ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

ایمان بڑی دولت ہے

ایمان بڑی دولت ہے اور ایمان کی تعریف یہ ہے کہ اس حالت میں مان لیا جائے جبکہ علم ابھی کمال کے درجہ تک نہ پہنچا ہو۔ اور ابھی شکوک وشبہات سے ایک جنگ جاری ہو۔ ایسی حالت میں جو شخص تصدیق قلبی اور تصدیق لسانی سے کام لیتا ہے وہ مومن ہوتا ہے اور حضرت احدیت میں اس کا نام راست باز اور صادق رکھا جاتا ہے اور اس کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہبت کے طور پر معرفتِ تامہ کے مراتب کھولے جاتے ہیں اور اصل بہشت اسی ایمان سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں جہاں بہشت کا ذکر فرمایا ہے وہاں پہلے ایمان کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد اعمالِ صالحہ کا اور ایمان و اعمال ہر دو کی جزا جنت تجری من تحتھا الانھار فرمائی ہے۔ یعنی ایمان کی جزا جنت اور جنت کو ہمیشہ سرسبز رکھنے کے لئے چونکہ نہروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے جنت کی نہروں کو اعمالِ صالحہ کا نتیجہ فرمایا ہے۔ اور فی الحقیقت اس زندگی کے اعمال صالحہ آئندہ زندگی میں انہارِ جاریہ کے رنگ میں متمثل ہو جائیں گے۔ اس دُنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں انسان اعمالِ صالحہ میں ترقی کرتا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا اور سرکشی اور حدود اللہ سے اعتدا کرنے کو چھوڑ جاتا ہے۔ اسی قدر اس کا ایمان ترقی کرتا ہے۔ اور ہر نئے عمل صالح پر اس کے ایمان میں ایک زیادتی اور دل میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی معرفت میں اُسے ایک لذت آنے لگتی ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اس کے دل میں ایک ایسی کیفیت محبت اور عشقِ الٰہی کی اللہ تعالیٰ کی موہبت اور فیض سے پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کا سارا وجود اس محبت اور سرور سے جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے، پیالہ کی طرح لبالب بھر جاتا ہے۔ اور انوارِ الٰہی اس کے دل پر بکلی احاطہ کر لیتے ہیں اور ہر قسم کی ظلمت، تنگی اور قبض دور کر دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں تمام مصائب اور مشکلات بھی جو مومن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آتے ہیں ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے دل کو پراگندہ اور منقبض نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ بجائے خود محسوس اللذت ہوتے ہیں اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ (پیغام صلح اپریل 1981ء)

پیغام عید الفطر

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔'' (سورۃ الفاتحہ)

پیغام صلح کی وساطت سے میں تمام پاکستان اور بیرونی جماعتوں کو عید مبارک کا پیغام دیتے ہوئے اپنے اندر اظہار تشکر محسوس کرتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اُس نے رمضان کی عبادات کا موقع عطا فرمایا اور جو ہم اپنے اندر روحانی قوت اور اُس کی قربت محسوس کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانی روح کی ربوبیت کرنے اور اُس کی رحمانیت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم کے تقاضے کے مطابق انسانوں کو ایک ایسا ماہ عطا فرمایا جس کے دوران انسان نہ صرف اُس کی رحمت اور برکت بلکہ اس کی مغفرت کی دعائیں کثرت سے کر سکے۔ قرآن کریم کے ساتھ ایک نیا رشتہ جوڑ سکے اور اُس کے احکامات پر عمل کرنے کا ارادہ کر سکے۔

ہر سال رمضان شروع ہونے سے پہلے ہمارا ذہن موسم کی شدت اور اپنی صحت کی کمزوریوں کی طرف جاتا ہے اور ہم پوری طرح اس خیال کو مان لیتے ہیں کہ اس سال روزے نہیں رکھے جاسکیں گے۔ یہ محض اللہ کا فضل اور ایک معجزہ ہے کہ جب رمضان کے ساتھ وابستہ روحانی باران کا نزول ہوتا ہے تو ایک دم ہمارے اندر ایک نئی سرسبز فصل جنم لیتی ہے۔ ہم دیکھتے ہی دیکھتے روزے بھی کم سے کم مشقت سے رکھ رہے ہوتے ہیں اور اللہ ہمیں عبادات کی توفیق بھی عطا فرما رہا ہوتا ہے یہ اس کی رحمانیت ہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی روح کی ربوبیت فرماتا رہتا ہے۔

آج جب رمضان مکمل ہو جانے کے بعد ہم اس روحانی حدف کو پا لینے کی خوشی میں عید منا رہے ہیں ہم پورا ارادہ کریں کہ یہ سرسبز کھیت جو اب ہماری روحانی آنکھ لہراتی دیکھ رہی ہے۔ اُسے ہم شاداب رکھیں اور پوری محنت سے اپنے مقصد حیات یعنی اللہ کی قربت اور اس کی رضا کی طرف بڑھنے کا عہد اسی عید کے دن کریں تا کہ ہم جو ترقی حاصل کر چکے ہیں اُس کو اپنے ہی ہاتھوں سے ختم نہ ہونے دیں۔

میری دعا ہے کہ آج کا دن سب کے لئے مبارک ہو اور آپ کی زندگیوں میں خوشیاں لے آئے۔ اللہ اس عید کو دنیا کے لئے امن اور کامیابی کا دن بنائے۔ آمین

آپ سب کو میری طرف سے **دلی عید مبارک** ہو۔

☆☆☆☆

اداریہ

مسلمانوں کی عید

دنیا کے تمام مذاہب واقوام میں کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جن کو وہ تہوار کے رنگ میں مناتے ہیں ـ یہ دن خوشی اور مسرت کے دن کہلاتے ہیں اور خوشی ومسرت کے اظہار کے لئے وہ نیا لباس پہنتے، اچھی خوراک کا اہتمام کرتے ،لہولعب کی محفلوں کا انعقاد کرتے اور مختلف قسم کے رسم ورواج ان کے ہاں مقرر ہیں ـلیکن ان تہواروں کی رغبت کا محرک یا تو موسموں کی تبدیلی ہوتی ہے یا کسی خاص شخصیت کی پیدائش اس کی وجہ بنتی ہے مثلاً مختلف مذاہب میں بہار کی آمد پر تہوار منائے جاتے ہیں جیسے ہولی اور نوروز وغیرہ ـ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت پر کرسمس کا تہوار مناتے ہیں ـ ان سب تہواروں کے بالمقابل اسلامی تہواروں کے لئے جو دو مواقع فراہم کیے گئے ہیں ان میں سے ایک موقع عیدالفطر کا ہے جو رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کے بعد آتی ہے ـاس کا تعلق نہ تو کسی موسم سے ہے اور نہ ہی کسی شخصیت کے ساتھ اس کی نسبت ہے ـاس کا اگر کوئی موسم ہے تو وہ روحانیت اور تقویٰ کے حصول کا موسم ہے ـاس کا تعلق تو اس تیس دن کے مجاہدہ سے ہے جس میں اطاعت امرالٰہی کرتے ہوئے بھوک اور پیاس کو برداشت کیا جاتا ہے اور یہ سبق سیکھا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے دلوں میں خدا کے تصور کو مضبوط کرنا ہے کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے وہ بصیر ذات ہمارے ہر عمل کو دیکھتی ہے ـ ہم کسی سے چھپ کے تو کھا سکتے ہیں لیکن اس ذاتِ خبیر سے نہیں چھپ سکتے ـ ہمارے حلق سے گزرنے والے پانی کے ایک قطرہ سے بھی وہ باخبر ہے تو ہم کیونکر اس سے چھپ کر گناہ کر سکتے ہیں یعنی اللہ کے باخبر ہونے کے تصور کے ساتھ ساتھ ہمیں حرام اور ممنوع چیزوں سے اجتناب کا بھی درس ملتا ہے کہ اگر ہم جائز کو رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑ سکتے ہیں تو کیونکر ناجائز کو نہیں چھوڑ سکتے ـ پھر اس تیس روزہ عملی کورس میں ہمیں تعمیر سیرت، ضبط نفس، انسانی ہمدردی اور ذکر الٰہی کا سبق بھی ملتا ہے ـاس کے ساتھ ساتھ صدقات وخیرات کی صورت میں مال کی محبت سے عملی نفی کی جاتی اور محبت الٰہی کا عملی ثبوت دیا جاتا ہے ـ پھر اس کے آخری عشرہ میں اس عظیم الشان رات جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے جو انوار وبرکات کے لحاظ سے ہزار مہینہ کی راتوں سے بڑھ کر عظمت وشرف رکھتی ہے ـ کیونکہ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا ـ اور اس رات کے انوار وبرکات اس ہدایت الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں دنیا کو ملی ـ اس کی تلاش کے لئے خاص اہتمام کرتے ہوئے مجاہدہ اختیار کیا جاتا ہے ـگو اس ماہ کی عام راتوں میں بھی قیام الیل کیا جاتا ہے اور تلاوت قرآن کے ساتھ تعلقِ قرآن قائم کیا جاتا ہے لیکن آخری عشرہ میں تلاش لیلۃ القدر کی صورت میں یہ جوش وجذبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے ـ

تو تہوار عیدالفطر اسی مجاہدہ رمضان، نزول ہدایت اور انوار وبرکات کی حصول کی خوشی میں منایا جاتا ہے ـ اور اس کے منانے کی صورت کیا ہے؟ کیا کوئی ناپاک کھیل، تماشے یا غیر مہذب رنگ رلیاں جو دوسری قوموں کے تہواروں میں دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کے رسم ورواج میں داخل ہیں؟ نہیں بلکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس قسم کی کوئی بات اس موقع پر دیکھنے میں نہیں آتی ہے ـ بلکہ سب سے پہلا کام جو اس موقع پر کیا جاتا ہے وہ ہر جگہ، ہر ملک، ہر شہر اور قریہ اور بستی میں مل کر خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونا ہے اور خدائے واحد کی تکبیر اور تحمید بلند کرنا ہے ـ یعنی مسلمانوں کو گو اچھا لباس پہننے، اچھی خوراک لینے کی ممانعت نہیں ہے لیکن ایک مسلمان کی سب سے بڑی خوشی عبادت الٰہی میں ہے ـ یعنی ایک مسلمان کی خوشی عبادت الٰہی سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے ـ یہی فرق ہے دوسری قوموں کے تہواروں اور مسلمانوں کی عید میں ـ

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 10 جون 2016ء بر موقع ماہِ رمضان، بمقام جامع دارالسلام لاہور

''اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔ چند دن پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلیف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو۔ اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دُعا کرنے والے کی دعا کو، جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔ (سورۃ البقرہ 186-183)

اور اپنے مالوں کو آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور نہ ان کے ذریعہ حاکموں تک پہنچو، تا کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔'' (سورۃ البقرہ 188)

اس رکوع میں روزوں کی فرضیت اور اس کے احکامات کی تفصیل آتی ہے۔ ان آیات کے معنی و مفہوم پر آنے والے خطبات میں مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔ لیکن یہ وہ باتیں ہیں جن کو آپ سنتے آئے ہیں۔

اس میں کوئی ایسا پہلو نہیں جس کو لوگوں نے سالہا سال سے نہ سنا ہو اور وہ اس کے مفہوم سے واقف نہ ہوں۔ اس میں مختصراً یہ بتایا گیا کہ روزے صرف اسلام میں نہیں بلکہ پہلے مذاہب کے لئے بھی تھے۔ روزہ رکھنے کا مقصد تقویٰ بتایا گیا ہے۔ بیمار اور مسافروں کو یہ رعایت دی گئی کہ اگر وہ روزہ اس وقت نہیں رکھ سکتے تو پھر وہ بعد میں رکھیں اور اگر پھر بھی نہ رکھ سکیں تو فدیہ ادا کریں۔

رمضان بابرکت ماہ ہے:

یہ ماہ بابرکت ہے اس میں قرآن کا نزول ہوا۔ اسکے ذریعہ لوگوں کو ہدایت ملی اور حق اور باطل الگ کر دینے والی دلیلیں قرآن میں اللہ نے نازل فرمائیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔ یہ بڑا ضروری پہلو ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ کس گمراہی میں تمام دنیا پڑ جاتی اگر وہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام لے کر مبعوث نہ ہوتے اور اگر ان پر یہ قرآن نازل نہ ہوا ہوتا تو ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا کس گمراہی میں ہوتی۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔

رمضان دعا کی قبولیت کا ماہ:

یہ ماہ دعاؤں کی قبولیت کا ماہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ **جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعاؤں کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں** ۔تو یہ دعاؤں کی قبولیت کا ماہ ہے۔اگر اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق ہے۔اس نے ہمیں اتنی بڑی گیرنٹی دے دی کہ وہ دعاؤں کو قبول کرے گا۔ہمیں ایک ایسا ماہ مہیا کر دیا جس میں کثرت سے دعائیں کرنے کا ہر ایک کو موقع میسر آتا ہے۔اس سے فائدہ نہ اٹھانا بہت بڑی بدنصیبی ہوگی۔

جو آیت میں نے آخر میں تلاوت کی اس میں **اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق جہاں پر ہم حلال چیزیں خاص کر کھانا پینا اپنے اوپر حرام کر دیتے ہیں تو پھر کیسے حرام چیزوں کو ہم سال بھر اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں** یعنی کہ رشوت اور حرام کھانا سختی سے منع کیا گیا ہے۔اور یہ تربیت جہاں پر ہماری روحوں کی تربیت ہے وہاں پر اس پہلو کی بھی تربیت ہے کہ ہم حلال کھانے ،حلال کمانے اور ہر قسم کی چیزیں جو مال کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں رشوت وغیرہ ان سے بچتے رہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ حاضر جانیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔**عبادت اور حلال رزق کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل ہوتی ہے۔**

حلال رزق اور عبادت:

سورۃ البقرہ جس سے یہ آیات لی گئی ہیں اُس میں احکامات مثلاً روزہ رکھنا ،حج عمرہ کرنا، جہاد کرنا وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ان سب میں سے پہلا حکم روزہ رکھنے کا ہے۔اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کا ان روزوں کے ذریعہ سے ساتھ چاہتے ہیں تو پھر دو چیزیں شرط ہیں اور دونوں کا ذکر سورۃ البقرہ میں آتا ہے۔ایک حلال رزق (رکوع نمبر 21) اور دوسری عبادت (رکوع نمبر 3) ۔اور ان دونوں آیات کا تعلق آپس میں ایسے بھی جڑتا ہے کہ یہ دونوں احکام اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو مخاطب کر کے کہے ہیں یعنی یاایھا الناس تیسرے رکوع میں فرمایا ہے کہ **عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو تخلیق کیا** ۔اور اکیسویں رکوع میں فرمایا کہ **اے انسانوں اللہ تعالیٰ کی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال ہوں ،طیب ہوں اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو** ۔مطلب جو حلال طیب نہیں کھائے گا ، حلال طریقہ سے کمائی ہوئی چیز نہیں کھائے گا وہ شیطان کے راستے پر چل رہا ہوگا۔

صوم کا مفہوم:

عربوں میں صوم کے لفظ میں اشارہ اس عمل کی طرف تھا کہ جس کے ذریعہ وہ گھوڑوں کو تربیت کی خاطر روزہ رکھواتے تھے تا کہ وہ مشکل سے مشکل حالات میں ان کا ساتھ دے سکیں۔عرب میں شدت کی گرمی اور اس میں اگر وہ قوم جو اس وقت گھوڑوں کا استعمال کرتی تھی ان لوگوں کے مقابلے میں جو اونٹوں کا استعمال کرتے تھے تو اگر گھوڑا برداشت والا نہ ہوتا تو وہ نہ بھاگ سکتا تو وہ جنگ ، ڈاکہ وغیرہ ڈالنے کے بعد آسانی سے پکڑے جاتے۔ اس لئے گھوڑے کی تربیت کے لئے وہ سارا سارا دن ان کو کھانا، پانی نہیں دیتے تو اس طرح ان کی عادت ہو جاتی کہ وہ بھوک اور پیاس کو برداشت کر سکیں۔وہ اپنے گھوڑوں کو دھوپ میں بھگاتے پھرتے اور اُسی میں کھڑا رکھتے تا کہ اس گھوڑے کی پوری تربیت ہو جائے ۔**اس عمل کو صوم کہتے تھے اور اُس گھوڑے کو 'صائم' کہتے تھے۔**

رمضان انسان کے اندر کے جانور کی تربیت کا ذریعہ:

انسان کی زندگی کا مقصد بہت عظیم ہے ۔اس کا نفس جانور کی سی صورت اختیار کر سکتا ہے۔اس نفس پر قابو پانے کے لئے ایک مشکل مشک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ جس نے ہمیں پیدا کیا وہ جانتا ہے کہ اس انسان کو اس کی ضرورت ہے۔گرمی ہو یا سردی ہو، پیاس اور بھوک برداشت کرنا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کرنا ، انسان کو بھی اس گھوڑے کی طرح

تربیت کا ذریعہ بنتا ہے اور وہ اُسی صائم گھوڑے کی طرح اللہ کی قربت کی دشوار راہ عبور کر سکتا ہے۔ شروع شروع میں روزوں کے فرض ہونے سے پہلے ہر ماہ تین روزے چاند کے دنوں میں رسول کریم صلعم اور ان کے ساتھی رکھتے اور ہر مہینے تین تین روزے رکھ کر پورے سال کی مشق اللہ تعالیٰ کے رسول کے ذریعہ ہو رہی تھی۔ ہر ایک نے ایسے روزے رکھے تھے جو سردیوں میں آئیں، گرمیوں میں آئیں اور پھر جب اصلی روزے فرض ہوئے تو ہر ایک کو بخوبی اندازہ تھا کہ ایک مہینے کے روزے چاہے جس مہینے میں بھی آ جائیں وہ اُن کو رکھ سکتے ہیں۔ **اللہ تعالیٰ نے جہاں پر انسان کو قرآن جیسی نعمت سے اس ماہ میں نوازا۔ اسی طرح اُسے روزے جیسی عبادت سے بھی نوازا۔ پھر اس ماہ میں لیلۃ القدر بھی جسے اللہ تعالیٰ نے خود خیر من الف شھر کہا کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا رتبہ اپنے اندر رکھتی ہے۔**

اگر ہم پرانی مثالوں کو دیکھیں کہ جس نے اپنے منزل مقصود پر پہنچنا ہوتا تھا وہ یا تو پیدل جاتا تھا یا گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا لیکن گو کہ وہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا جاتا تھا اگر ہم قیاس کریں کہ وہ منزل کسی دریا کے اس پار آتی اور گھوڑا یا پیدل انسان اس دریا کو عبور نہ کر سکتا تو ایک کشتی کی ضرورت پڑتی۔ ہم جو سارا سال عبادات کے ذریعہ سفر کرتے ہیں اس مقام کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں سال میں ایک مرتبہ اس کشتی میں سوار کر دیتا ہے تا کہ ہم اس دریا کے اُس پار جہاں پر منزل مقصود ہے تک پہنچ سکیں۔ اس کشتی سے فائدہ تو تب ہی حاصل ہوگا جب ہم اللہ کے دیئے ہوئے تحفہ سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ **رمضان آ جائے اور روایتی طور پر ہم روزہ بھی رکھ لیں تو اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان روزوں کے ذریعہ حاصل کرنے کی توجہ دلائی ہے۔** میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں آج عبادت کے کچھ ایسے پہلوؤں کی طرف توجہ دلاؤں تو عین ممکن ہے یہاں پر کئی لوگوں کو توجہ یا یاددہانی کی ضرورت ہی نہ ہو وہ پہلے ہی متقی ہوں، مومن ہوں لیکن کچھ لوگ ہر محفل میں ایسے ہوتے ہیں جن کو کچھ باتیں یاد دلا دی جائیں، کچھ چیزوں کی طرف توجہ دلائی جائے تو ان کے دماغ کچھ متاثر ہوتے ہیں۔

نماز کا قائم کرنا:

پہلی چیز جس کی طرف آپ سب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ نماز ہے۔ نماز کی باقاعدگی ہم سب پر فرض ہے بلکہ مومن کی تعریف ہی نماز قائم کرنے والا بتائی گئی ہے۔ لیکن یہ ہماری توجہ سے اکثر اوقات نکل جاتی ہے۔ اس لئے نماز رمضان میں شروع کر دینی چاہیے۔ اور پھر اس میں یہ محسوس کرنا کہ خدا تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ **نماز میں خشوع وخضوع ہو، خشوع کا مطلب ہے خشک اور پتھریلی زمین جس میں پودے نہ اُگ سکیں یا جو پودے اُگ چکے ہوں اور ان میں مرجھا جانے کے اثرات نظر آنے لگیں۔** اگر ہم یہ تصور کریں کہ یہ قرآن پہلے عربوں پر اترا تو وہ خشوع کو بخوبی جانتے تھے کہ اگر پودا خشک ہونے لگ جائے فصلیں جلنے لگ جائیں تو ریگستان میں یہ موت کا پیغام بنتا تھا۔ خشک سالی آنے سے جو دل میں ڈر اور خوف پیدا ہوتا کہ اب ہمارا کیا بنے گا۔ ایسا ہی اللہ کے آگے اس ڈر کی حالت میں کھڑا ہونا چاہیے جیسے ایک خشک سالی آنے والی ہے۔ اس روح کو مدنظر رکھا جائے کہ اگر یہ روح خشک ہونا شروع ہو جائے تو ہمارا رب سے تعلق ختم ہو جائے گا۔ **یہ احساس تب ہی ممکن ہے کہ اللہ کی موجودگی کو محسوس کیا جائے اور ہم اپنی کمزوری خشک سی روح لے کر اس کی جناب میں حاضری دے رہے ہیں۔** ایک ایک لفظ کو سمجھتے ہوئے ہم ادا کر رہے ہوں تو پھر **ہم نے اللہ تعالیٰ سے تعلق کا جو ناطہ ہے اس کا حق ادا کرنا شروع کر دیا۔** یہ ڈر خدا سے ظالم بادشاہ جیسا ڈر نہیں ہے۔ یہ ایک رحم دل بادشاہ سے جو عزت کی وجہ سے ڈر ہے کہ اس نے جو ہمیں احکامات دے رکھے ہیں ان میں ہم سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ اس لئے نمازوں میں عاجزی اختیار کرنا، عجز دکھانا اور اپنے آپ کو خاک میں ملا دینا اور اپنے اوپر موت وارد کر دینا ضروری ہے۔ **مسیح موعودؑ یہی فرماتے ہیں کہ اپنے اوپر موت**

وارد کرو تاکہ تمہیں نئی زندگی مل جائے۔ وہ موت اپنے نفس کی موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کی زندگی ہے۔

جو خاک میں ملے اس کو ملتا ہے آشنا

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

یہ کتنی اچھی نصیحت انہوں نے اپنی جماعت کو بلکہ ساری دنیا کو دی۔ اس پر اگر ہم عمل کریں اور اپنی اپنی انا مٹائیں، اپنے اپنے اندر کا غرور نکالیں اور عجز کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کریں تو یہ ماہ اور اس کی عبادات کے لئے ایک بہت بڑا موقع ہے اور کشتی پر سوار ہونے اور دوسری طرف پہنچنے کا یہ ایک ذریعہ ہے۔

اس کے علاوہ جس کو اللہ توفیق دے اور کوشش سے رمضان میں تھوڑا پہلے اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ اور کچھ لوگ تو تہجد عادتاً پڑھتے ہیں اور اتنی عادت سے پڑھتے ہیں کہ جب وہ قضا ہو جائے تو یہ ان کے لئے بہت بڑا المیہ بن جاتا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی انتہائے عبادات:

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ جیسی عظیم ہستی جو عبادات کی ادائیگی میں بلند مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور عبادات کی ادائیگی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

تہجد کو بھی آپ نے اپنے لئے معمول بنایا ہوا تھا۔ کہاوت ہے کہ ایک دن تہجد قضا ہونے لگی تو شیطان نے آ کر اُن کو جگایا کہ اٹھو تہجد پڑھو تو بیداری پر حیرانی سے شیطان سے پوچھا کہ تم مجھے کیوں جگا رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ تم سے اگر یہ عبادت رہ گئی تو مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ تم نے پھر جو رو رو کر اپنا حال کرنا ہے اور پھر اس کی تلافی کے لئے عبادات میں اضافہ کر دینا ہے وہ میں گوارا نہیں کر سکتا۔

عبادات جتنی بھی ہیں وہ کہیں نہ کہیں سے شروع کی جاتی ہیں۔ ہم ان عظیم ہستیوں کے مقامات حاصل کرنے کے قابل تو نہیں لیکن کم از کم اس رُخ کا سفر تو ہمیں اختیار کرنا چاہیے تاکہ ہم اس سفر کا آغاز کریں جو ہماری پیدائش کا مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس رمضان کو پوری توجہ سے گزاریں اور عبادات کریں۔ اور کم از کم نماز کا پہلو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں اور زندگی بھر اس کو ساتھ لے کر چلیں۔ عبادات کے باقی پہلوؤں پر میں اگلے خطبہ میں روشنی ڈالوں گا۔

آخر میں دعا کرتے ہوئے میں آپ کی توجہ اسی طرف دلاتا ہوں کہ اپنی دعاؤں کو وسیع بناؤ۔ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ اپنے رمضان کے پیغام کی طرف دلاتا ہوں جو گذشتہ شمارہ میں شائع ہوا اور دوبارہ اس خطبہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

پیغامِ رمضان

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔'' (2:183)

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی قربت حاصل کرنے کے لئے ایک اور ماہِ رمضان نصیب فرمایا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزہ رکھنے اور عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آپ کی توجہ ان تمام مشکلات کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو اس وقت دنیا، ہمارے ملک پاکستان اور ہماری جماعت اور تمام انسانیت کو لاحق ہیں جن کے لئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے اور ہماری ہمدردی سب مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے بغیر اُن کے دین یا قومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ کہ رب المسلمین۔ اپنی

دعاؤں میں یادرکھیں کہ اس وقت دنیا میں لوگ جنگوں اور قحط کی وجہ سے دربدر پھر رہے ہیں۔ لوگ بیماریوں، ڈر، بھوک، مال کے ضیاع اور غربت میں مبتلا ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی نفرت کا نشانہ اس لئے بنے ہوئے ہیں کہ اُن کا مذہب، ذاتی اعتقادات، خیالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لوگ رنگ، نسل، ذات کی بنیاد پر نفرت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔

آئیں ہم سب مل کر ان پہلوؤں کو ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن کی اس آیت پر غور کریں جو میں نے شروع میں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزہ رکھنے کا واحد مقصد یہ بتلایا کہ انسان متقی بنے یعنی خدا سے ڈرنے والا اور قرآن پر عمل کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق اور رب ہے۔ اس سے بہتر کون جانتا ہے کہ متقی کون ہے اور اس کے قریب ترین کون ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 13 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے متقی ہے۔“

آئیں ہم سب مل کر یہ پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس رمضان میں اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی لائیں گے۔ جس تبدیلی کی وجہ سے ہم تمام انسانیت کو عزت کی نظر اور اللہ کی مخلوق جانتے ہوئے اپنی زندگی میں ایک جیسا مقام دیں گے اور ان کے لئے وہی دعا کریں گے جو اپنوں کے لئے کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری رمضان المبارک میں کی گئی تمام دعائیں اور عبادات قبول فرمائے۔ آمین۔

دائمی فیض

ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا۔ اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو اس زمانہ میں اس بات کو سمجھنا محال تھا کہ نبوت کیا چیز ہے اور کیا معجزات بھی ممکنات میں سے ہیں اور کیا وہ قانون قدرت میں داخل ہیں۔ اس عقدے کو اس نبیؐ کے دائمی فیض نے حل کیا اور اسی کے طفیل سے اب ہم دوسری قوموں کی طرح صرف قصہ گو نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا نور اور خدا کی آسمانی نصرت ہمارے شامل حال ہے۔ ہم کیا چیز ہیں جو اس شکر کو ادا کر سکیں کہ وہ خدا جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے۔ وہ ذوالجلال خدا محض اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا“۔ (چشمۂ معرفت)

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

رجل فارس

ملک بشیر اللہ خان راسخ

حضرت مسیح موعود کے متعلق احادیث میں جو پیشگوئیاں موجود ہیں ان میں سے ایک پیشگوئی یہ بھی ہے کہ جب ایمان ثریا کی بلندیوں پر پہنچ جائے گا تو ایک رجل فارس اس کو وہاں سے بھی لے آئے گا۔ یہ پیشگوئی صحیح بخاری میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ جمعہ کی آیت واخرین منھم لما یلحقو ابھم کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سلیمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ لو کان الا ایمان معلقا بالثریا لناله رجل من ھولاء ''اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو ان میں سے یعنی اہل فارس میں سے ایک شخص ہوگا جو اسے وہیں جا کر لے لیتا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کو الہاماً یہ بتایا گیا کہ آپ ہی وہ رجل فارس ہیں۔ جس کے ذمہ ایمان اور توحید کی حفاظت کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ آپؑ کی زندگی اور آپ کے فارسی الاصل ہونے کے متعلق چند سطور سپرد قلم ہیں ملاحظہ فرمائیں:

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی اپنی کتاب ''فصوص الحکم'' میں ایک پیشگوئی لکھتے ہیں کہ ''آنے والے مسیح کی ولادت جو خاتم الولایت ہوگا ولادت توام (جڑواں Twins) ہوگی۔ پہلے ایک لڑکی ہوگی اس کے بعد مسیح کی ولادت ہووے گی۔ آپ اسی کتاب کے صفحہ نمبر 83 پر یوں لکھتے ہیں ''آخری مولود جو بنی نوع انسان میں پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کا حامل ہوگا۔ اس کے بعد ایسا کوئی لڑکا اس قسم کا پیدا نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہوگی جو اس سے پہلے پیدا ہوگی اور وہ اس کے بعد پیدا ہوگا۔ اور اس کا سر اپنی بہن کے پاؤں کے پاس ہوگا۔''

محی الدین ابن عربیؒ کی اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہی تھے۔ کیونکہ آپؑ توام پیدا ہوئے اور آپؑ سے پہلے آپؑ کی بہن پیدا ہوئی۔ خدا کا یہ برگزیدہ بندہ وہی رجل فارس تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پہلے بیان ہو چکی ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام مرزا غلام مرتضیٰ صاحب تھا اور آپ کی والدہ کا نام محترمہ چراغ بی بی صاحبہ تھا آپ کی والدہ کا خاندان موضع آئمہ ضلع ہوشیار پور میں ایک معزز صحیح النسب مغل خاندان تھا۔ مہمان نواز، غربا و ضعفا کی مدد کرتیں اور غریبوں کے مُردوں (وفات یافتہ) کا کفن اپنے پاس سے خود دیتیں۔ آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ تھے۔ اور مرزا ہادی بیگ صاحب کے جد امجد حاجی برلاس تھے۔ جو امیر تیمور گورگان کے قبیلہ برلاس جو سمرقند اور کش کے علاقہ میں آباد تھا۔ یہ درحقیقت ترک نہ تھے۔ ترکوں میں 200 سال رہنے کی وجہ سے یہ بھی ترک کہلائے۔ ان کا تہذیب وتمدن خالصتاً ایرانی تھا۔ مرزا کا لقب اس قوم قبیلہ میں خالص ایرانی تھا اور اس قبیلہ کے جد امجد کا نام ایروم جی برلاس خالص ایرانی نام تھا۔ حاجی برلاس حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا مورث اعلیٰ امیر تیمور لنگ کا حقیقی چچا تھا۔ یہ اسی قوم برلاس میں سے تھا جو سمرقند اور کش اور اس کے گردونواح میں آباد تھی۔ مرزا ہادی بیگ صاحب سمرقند سے قریباً 200 آدمیوں کے ساتھ جو ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال تھے۔ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے بابر بادشاہ کے وقت میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یہاں نمایاں بات یہی ہے کہ مرزا صاحب کا خاندان رئیس خاندان تھا۔ اس آمد سے متعلق مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' جلد اول صفحہ 121 پر لکھا ہے۔ جو خاندانی کاغذات آپ کے ساتھ موجود تھے اس کے مطابق اس خاندان کو شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق تھا جس وجہ سے گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کیے گئے۔ چنانچہ بادشاہِ وقت سے بہت سارے دیہات

جا گیر کے انہیں ملے۔ اور پھر مرزا صاحب اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' صفحہ 134 میں لکھتے ہیں کہ ان کا خاندان سمرقند سے آیا تھا اور ایک ویرانی جنگل لاہور سے 35 میل دور شمال مشرق کو آباد کر کے قصبہ کا نام اسلام پور رکھا۔ جو بعد میں قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ اور رفتہ رفتہ قاضی ماجھی کی جگہ قاضی رہا پھر آخر قادی قصبہ مشہور ہوا اور یہ نام بھی بگڑتے بگڑتے قادیان بن گیا۔

کتاب البریہ کے اسی صفحہ پر آپ فرماتے ہیں:

''میری عمر ستارہ یا اٹھارہ برس تھی کہ خداوند کریم کی طرف سے متواتر الہامات سے علم ہوا کہ میرے باپ دادا فارسی الاصل ہیں یہ الہامات براہین احمدیہ میں درج ہیں۔

خذو التوحید التوحید یا ابنا الفارس۔

ترجمہ۔ ''توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو''

لو کان الایمان معلقا بالثر یا لنا له رجل من فارس۔

ترجمہ: ''اگر ایمان ثریا سے متعلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا''۔

ان الذین کفرو ارد علیهم رجل من فارس شکر الله سعیه۔

ترجمہ: '' جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔''

الہامات سے بالکل سچ ثابت ہو گیا۔ والحق ما اظهر الله۔ ہمارے آباء اولین فارسی تھے کیونکہ حاجی برلاس کی قوم دراصل فارسی (ایرانی) ہے مغل ہرگز نہیں۔

کتاب ''حقیقہ الوحی'' صفحہ 78-77 پر آپ فرماتے ہیں کہ:

''اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی (ایرانی) ہے نہ جانے کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا۔''

مزید صفحہ 201 پر لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب فصوص میں لکھا ہے کہ مسیح صینی الاصل ہوگا (''صینی'' معنی ''چینی'' ہوگا)۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اس خاندان میں ترک خون ملا ہوا ہوگا۔''

مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم کی قوم برلاس تھی جو فارسی الاصل تھی۔ مگر چونکہ آپ کے جدامجد قراچار کی شادی چغتائی خاندان کی لڑکی سے ہوئی تھی (بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا اس کے خاندان کے افراد جو مرزا صاحب کے آباؤ اجداد تھے۔ سب سے پہلے دہلی پہنچے یہ تصدیق نہیں کہ مغل بادشاہ بابر کے ساتھ ہی آپ کے آباؤ اجداد دہلی پہنچے تھے یا کچھ بعد بلاتوقف پہنچے تھے۔)

لہذا حضرت صاحب کے مذکورہ بیانات اور آپ کے کاغذات خاندان کے مطابق آپ کے خاندان میں ترکی، چینی خون کی آمیزش ہو گئی تھی۔

بخاری شریف کی حدیث میں مسیح کی اس دنیا میں آمد سے متعلق جو پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اس سے تصدیق ہو گئی جو شخص برنگ مسیح پیدا ہوگا وہ اہل فارس میں سے ہوگا۔ مسیح موعود علیہ السلام کا الہام لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس (''اگر ایمان ثریا سے متعلق ہوتا تو ان میں سے یعنی اہل فارس میں سے ایک شخص ہوگا جو اسے وہیں جا کر لے لیتا۔'') بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ ہی وہ رجل فارس ہیں جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔

آپ کے رجل فارس ہونے کے متعلق مزید تائید کے لئے آپ کا شجرۂ نصب اور آپ کے فارسی النسل ہونے کے متعلق مزید تفصیل چند سطور میں بیان کرتا ہوں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جس شخص کا انتظار تھا وہ آچکا۔

شجرہ

ایروم جی برلاس

|

سوغنچن

|

قراچار (پہلا مسلمان حاجی ایروم جی برلاس کا پوتا تھا۔)

|

ایچل

ایلنگر

|

برکل

حاجی برلاس ——————— طراغائے

مورث اعلیٰ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ　　　امیر تیمور گورگان

قراچار وہ پہلا شخص تھا جو چنگیز خان کے حملہ کے وقت فارس (ایران) سے ہجرت کر کے توران میں آ کر آباد ہوا۔ قراچار کثیر الاولاد تھا۔ ذاتی قابلیت اور شرافت نسب کی وجہ سے تمام برلاس پر فائز تھا۔ چنگیز خان قراچار کو عزت افزائی کے ساتھ اپنا ابن عم یعنی چچا زاد بھائی کہتا تھا اور چنگیز خان نے اپنے جانشین چغتائی خان کو نصیحت کی کہ میرے مرنے کے بعد قراچار کو میری جگہ سمجھنا۔ قراچار ابتداء میں تو چغتائی خان کا وزیر رہا مگر چونکہ اس کا داماد بھی تھا اس لئے چغتائی کے مرنے پر صاحب حکومت ہوگیا۔ یہ واقعہ 652ہجری کا ہے۔ اس وقت قراچار کی عمر 80 برس تھی۔ یہ پہلا شخص مسلمان ہوا اس نے اپنی قوم کو سمرقند کے جنوب کی طرف 30 میل کے فاصلے پر شہر کش اور اس کے گردونواح میں آباد کیا۔۔ قراچار کی چھٹی پشت میں امیر تیمور گورگان پیدا ہوا۔ خوشامدی مورخین تیمور کے شجرہ نسب کو چنگیز خان سے ملانے لگ گئے لیکن اصل مستند مورخین جس میں ہاورتھ، ملکم، ویمبرے، راس، اسکرائن اور روسی مورخین کی بھی یہی سند ہے کہ تیمور کا شجرہ نسب چنگیز خان سے ہرگز نہیں ملتا۔ امریکن مورخ مسٹر لیمب اور کیمرج یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر ایلس ہاول اپنی کتب تاریخ میں واضح لکھ چکے ہیں کہ

''برلاس قوم ایرانی قوم تھی''

امام محمد علی ابوالقاسم اور اوسکن صاحب مورخین تمام کا قول اور تحقیق کتب میں سند رکھتا ہے کہ تیمور کا قبیلہ 200 سال تک ترکوں کے درمیان آباد رہا۔ زبان، وضع قطع، رہن سہن ترکوں جیسا ہوگیا تھا مگر ترک ہرگز نہ تھے۔ تمام مورخین کا اتفاق ہے سمرقند کو پہلے سوغدیانہ کہتے تھے اور سوغدیانہ کے لوگ ایرانی قوم میں سے تھے۔ ایرانی شہرت یافتہ شاعر فردوسی نے اپنی کتاب شاہنامہ میں صاف لکھا ہے کہ

''فریدوں بادشاہ نے ملک فارس کے دو حصے کر کے ایک حصہ اپنے بیٹے ایرج کو دیا جو اس کے نام سے ایران کہلایا۔ دوسرا حصہ اپنے بیٹے تور کو دیا جو اس کے نام سے توران کہلایا ورنہ سارا ملک ایک تھا قوم ایک تھی یعنی ایرانی ہی دونوں ملکوں توران، ایران میں آباد تھے۔ سلطنت ایران ایک ہی فریدون کے دو بیٹوں کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔

تیمور کا نشان تین دائرے تھے جن کے اوپر راستی کا نشان تھا۔ یعنی ''انصاف ہی طاقت ہے''۔

یہ نشان خالص ایرانی نشان تھا۔ کش میں جو محل تعمیر کرایا گیا تھا وہ خالص ایرانی ساخت کا تھا اس کے دروازہ پر سورج اور شیر ببر کے ایرانی قومی نشان بنے ہوئے تھے۔ تاتاری چنگیز خان، ہلاکو خان، منقو خان، قبلائی خان۔ ان کا لقب خان تھا یہ لوگ کبھی مرزا نہ کہلائے۔

مرزا کا لقب خالص ایرانی ہے اور صرف ایرانیوں کے ساتھ ہی لگایا جاتا ہے۔ یہ لفظ امیر زا سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں امیر زادہ اور لفظ جی بھی خالص ایرانی ہے۔ ایروم جی برلاس، سہراب جی، رستم جی، بہرام جی یہ سب فارسیوں ایرانیوں کے نام ہیں۔ تاتاریوں کے نام جی کے ساتھ کبھی نہیں ہوتے۔

توران، ماوراء النہر، سمرقند، کش ان تمام علاقوں میں ایرانی آباد تھے جن میں برلاس بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے آخر تک اپنی زبان اور اداروں کو ایرانی ہی رہنے دیا اور اپنے ایرانی النسل ہونے کو نہ بھولے اور یہ سارا ملک ترکستان جنوبی روس تک چوتھی عیسوی تک برابر ایران ہی رہا۔ جب ان میں تاتاری لوگ آ کر آباد ہونے لگے تو پھر اسے ترکستان کہا جانے لگا ورنہ دراصل یہ سارا ملک ایران ہی ہے تو ان تمام تر معلومات سے ہم سب کو معلوم ہوجاتا ہے کہ رجل فارس حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ ہیں اور ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعة کہ مہدی ایک گاؤں میں پیدا ہوگا جس کو کدعہ کے نام سے پکارا جائے گا توجہ طلب ہے۔ سب سے پہلے

قادیان گاؤں کا نام اسلام پور اور پھر اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کیونکہ سب علاقہ جواب قادیان کہلاتا ہے پہلے ماجھ کہلاتا تھا اس لئے ماجھی کا لفظ امتیاز کے لئے لوگوں نے لگا دیا۔ یعنی وہ اسلام پور جو ماجھ کے علاقہ میں ہے۔ اور قاضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے حضرت مرزا صاحب کے بزرگوں کو دیہات کی جاگیرداری کے علاوہ اس تمام علاقہ کی حکومت اور قضا بھی مل گئی تھی۔ اس لئے قاضی کے نام سے یہ جگہ مشہور ہوگئی یعنی وہ اسلام پور جو قاضی کا مقام ہے قاعدہ ہے کہ لمبا نام عوام کے حافظہ میں قائم نہیں رہتا۔

اس لئے رفتہ رفتہ اسلام پور اور ماجھی تو اُڑ گیا اور صرف قاضی رہ گیا چونکہ عام طور پر بالخصوص حنفیوں میں ض حرف کو ز وا ونہیں بولتے بلکہ دواد بولتے ہیں۔ اس لئے قاضی کو قادی کہا جانے لگا پھر اس سے بگڑ کر قادیان ہوگیا۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرصہ تک بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر یکہ والوں، تانگے والوں کو کادیں بھی کہتے سنا ہے اور دیہات کے لوگ تو کادی ہی کہتے ہیں۔ اس سے یخرج المھدی من قریۃ یقال لہ کدعۃ والی اس حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ بہر حال پنجابی کا لفظ کادی اور عربی کا لفظ کدعہ کی اصل ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔

ان تمام معلومات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ فارسی النسل ہیں اور آخرین میں سے وہ شخص ہیں۔ جو رجل فارس کے خطاب کے صحیح حقدار ہیں کیونکہ آپؒ فارسی النسل بھی ہیں اور صینی خون کا امتزاج بھی رکھتے ہیں۔ آپؒ کے کام نے بھی یہ ثابت کر دیا کہ ایمان جو دلوں سے اُٹھ گیا تھا اور وہ لوگ جو سفلی خواہشات کے بندے بن چکے تھے ان کو آپؒ نے توبہ کی راہ دکھائی اور وہ تعلیم دی کہ ان کا تعلق خدا سے جوڑ کر ان کو باخدا بنا دیا۔ اور اس کدعۃ بستی سے ہدایت کی وہ روشنی بکھیری کہ اس کی ضیاء مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔

☆☆☆☆

دورہ راولپنڈی

ماہ جون میں تین رکنی وفد جس میں محترم جنرل سیکرٹری صاحب، محترم عادل افضل صاحب اور قاری ارشد محمود صاحب شامل تھے نے راولپنڈی جماعت کا تبلیغی دورہ کیا۔ دورہ میں رمضان المبارک سے متعلق سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ وفد نے مقامی جماعت کے افراد کے ساتھ نمازوں میں شمولیت اختیار کی۔ وفد نے احباب جماعت سے ملاقاتیں کیں اور حال احوال دریافت کیا۔

مسجد میں بعد از نماز عشاء تراویح کی نماز ادا کی۔ جس کی امامت کے فرائض حافظ انس حمید صاحب امام راولپنڈی نے سرانجام دیئے۔ نماز تراویح کے بعد قاری ارشد محمود صاحب نے مسجد کے ساتھ تعلق کی اہمیت پر لیکچر دیا۔ محترم جنرل سیکرٹری صاحب نے بھی احباب جماعت کو نماز کی اہمیت و افادیت کی طرف توجہ دلائی اور احباب جماعت کو تربیتی کورس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ جماعت راولپنڈی کی جانب سے وفد کے لئے سحری و افطاری کا عمدہ انتظام کیا گیا۔

☆☆☆☆

محبت الٰہی اور تحریرات مجدد صد چہاردہم

فضل حق (سابق امام فجی)

اللہ کی محبت کسی بھی مذہب کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ہوتی ہے۔ محبت الٰہی پر ہر مذہب نے زور دیا۔ اسلام نے محبت الٰہی کے حصول کو زندگی کا مقصد قرار دیا۔ اسلام میں بلند درجات تک رسائی کا جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس میں ارفع اور اعلیٰ مقام محبت الٰہی کے حصول کو ہی حاصل ہیں۔ چودھویں صدی کے مجدد نے بھی محبت الٰہی کی طرف رجوع پر زور دیا۔

محبت الٰہی کے موضوع پر حضرت صاحبؒ نے اپنی ہر کتاب میں کسی نہ کسی رنگ میں لکھا ہے۔ کسی موضوع پر بھی آپ تحریر فرمارہے ہوں پھر پھرا کر اسی مرکزی نقطہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر حضور کی تحریر میں اس قسم کی روانی پیدا ہو جاتی ہے کہ خوبصورت سے خوبصورت فقرے نکلتے چلے جاتے ہیں جو درحقیقت آپ کی قلبی کیفیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے پر ایک وجد طاری کر دیتے ہیں۔ آپ کی (84) کے قریب تصانیف ہیں۔ جن میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔ اگر ان سب کا نچوڑ نکالا جائے تو وہ صرف اور صرف محبت الٰہی ہے۔ آپ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں:

''جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت ہے اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں ان کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔'' (ازالہ اوہام طبع اوّل ص856)

اس محبت کے ملک کی بادشاہت کا ایک حد تک اندازہ تو ان لوگوں نے لگایا جن کو آپ کی مبارک صحبت نصیب ہوئی اور کسی قدر اندازہ ان کتابوں سے ہوتا ہے جو آپ نے ہمارے لئے چھوڑیں۔ ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کے راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلب سلیم تھا یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزوجل کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ میں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کسی حصہ عمر میں بجز خدائے عزوجل کے کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا۔ گویا میرے لئے ہی یہ دو شعر بنائے تھے۔

اگرچہ خدا نے کسی چیز میں میرے ساتھ کمی نہیں رکھی۔ اور اس درجہ تک ہر ایک نعمت اور راحت مجھے عطا کی کہ میرے دل اور زبان کو یہ طاقت ہرگز نہیں کہ میں اس کا شکریہ ادا کرسکوں۔ تاہم میری فطرت کو اس نے ایسا بنایا ہے کہ میں دنیا کی فانی چیزوں سے ہمیشہ دل برداشتہ رہا ہوں اور اس زمانہ میں بھی جبکہ میں اس دنیا میں ایک نیا مسافر تھا اور میرے بالغ ہونے کے ایام ابھی تھوڑے تھے۔ میں اس تپش محبت سے خالی نہیں تھا جو خدائے عزوجل سے ہونی چاہئے۔''

(حقیقۃ الوحی ص57)

یہاں بعض عربی عبارتوں کو لیا گیا ہے۔ اردو عبارتیں تو دوستوں کے سامنے آتی رہتی ہیں لیکن عربی کی کتابوں کو اس کثرت سے دیکھنے والے نہیں ہوتے۔ اس لئے ان میں سے اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اس نے اپنی نعمتیں مجھ پر کامل کیں اور اپنے فضل پورے کئے اور اس نے مجھے پاکیزہ اور صاف علوم دیئے اور خالص اعلیٰ درجہ کے معارف دیئے اور مجھے وہ کچھ سکھایا جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہ سکھایا اور میرے دل میں ایسی چیز ڈالی جس کا احاطہ علم نہیں کرسکتا اور مجھے وہ نور دیا جس کو اور کسی نے نہ چھوا۔ اور مجھے انعام والوں میں سے بنایا۔ اور اس کی عظیم الشان نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے وہ اسرار دیئے جو اولیاء پر منکشف ہوتے ہیں۔ اور وہ روح دی جو صرف اہل اصطفاء میں پھونکی جاتی ہے۔ اور مجھے وہ کلمات عطا کئے جو دوستوں کو دیئے جاتے ہیں اس نے مجھے صاف کیا اور پاک کیا۔ اور میرے سینے کو کھولا اور میرے چاند کو پورا کیا اور مجھے ان باتوں کی خبر دی جو اس کے ارادہ ازلی میں تھیں۔ اور اس نے مجھے اپنی محبت کے رنگ میں رنگین کیا اور اپنی فرمانبرداری کی راہیں سکھائیں اور مجھے محبوبوں میں

سے نکال دیا۔ اور اس کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے نیکیوں کی توفیق دی اور نیک اور پاک کاموں کی طرف ہدایت کی۔ اور میرے دل کے لطائف کو جاری اور خوب جاری کیا۔ اور اس کے چشموں اور پانی کو پاک کیا۔ اور اس کے نور اور صفائی کو پورا کیا۔ اور اس کی نالیاں اور صحن کو کو پاکیزہ کیا۔ اور اس نے میری زمین کو ایک اور زمین بنایا۔ اور اس کی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنے چہرے کی محبت دی۔ اور کمال درجہ کی محبت دی۔ اور اکمل اور اتم صدق دیا۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ایسی محبت دے کہ میرے بعد اس سے زیادہ کسی کو نہ مل سکے۔ پس مجھے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے اور میری مراد مجھے دی ہے۔ اور اپنے فضل اور رحم کے ساتھ میرا احاطہ کیا ہے۔ پس تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سب محسنوں سے زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ سب تعریف اسی کے لئے ہے جس نے میرا غم دور کیا اور مجھے وہ کچھ دیا جو کسی اور کو اس جہان میں نہ دیا گیا۔ اور میں نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ وہی کہا ہے جو میرے رب نے آسمانوں پر کہا۔ اور میری یہ طاقت نہ تھی کہ میں تکبر کرتا اور اپنے نفس کو بڑا بناتا۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ حضرت عزت کی طرف سے الہام ہے۔'' (انجام آتھم ص 75 تا 78)

لفظ محبت کے معنی:

''محبت ایک عربی لفظ ہے اور اس کے معنی پُر ہو جانا ہے۔ چنانچہ عرب میں یہ مثل مشہور ہے تجب الحمار (یعنی جب عربوں کو یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ گدھے کا پیٹ پانی سے بھر گیا تو کہتے ہیں تجب الحمار) اور جب یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ اونٹ نے اتنا پانی پیا کہ وہ پانی سے پُر ہو گیا تو کہتے ہیں۔ شربت الابل حتی تجب اور حب جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اسی سے نکلا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا۔ اور اسی بناء پر احباب سونے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جو دوسرے سے بھر جائے گا وہ اپنے وجود کو کھو دے گا گویا سو جائے گا اور اپنے وجود کی کچھ حس اسے باقی نہیں رہے گی۔''

(نور القرآن حصہ دوئم صفحہ 3)

محبت کے مطابق آپ ''علامات المقربین'' میں اولیائے اللہ کے متعلق بھی فرماتے ہیں ترجمہ: یعنی تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ وصال کے بستر میں سوئے رہتے ہیں (علامات المقربین ص 281)

یہ انسانی قویٰ میں سے ایک قوت ہے جو ہر انسان میں رکھی گئی ہے۔ کسی میں زیادہ اور کسی میں کم۔ لیکن جیسا کہ آگے آئے گا۔ چونکہ نجات انسانی اس محبت پر موقوف ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قوت رکھی ہر انسان میں گئی ہے۔ اور وہ باقی قوتوں کی طرح اس کو ترقی دے سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اب جاننا چاہیئے کہ محبت کوئی تصنع یا تکلف کا کام نہیں بلکہ انسانی قویٰ میں سے یہ بھی ایک قوت ہے۔ کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اس کی طرف کھنچا جانا۔ اور جیسا کہ ہر ایک چیز کے اصلی خواص اس کے کمال کے وقت بدیہی طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہی محبت کا حال ہے کہ اس کے جوہر بھی اس وقت کھلے کھلے ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اتم اور اکمل درجہ پر پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہوں نے گئو سالہ سے ایسی محبت کی۔ کہ گویا ان کو گئو سالہ شربت کی طرح پلا دیا گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اسے پی لیتا ہے یا کھا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا روپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ اور شیطان سے محبت کرنے والا وہ تاریکی حاصل کر لیتا ہے۔ جو شیطان میں ہے۔'' (نور القرآن صفحہ 36)

محبت انسانی قوتوں کا اصل مقصود ہے:

آپ اسے انسانی قویٰ میں سے ایک قوت ہی نہیں فرماتے۔ بلکہ انسان کی قوتوں کا اصل مقصود قرار دیتے ہیں:۔

''اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں۔ یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں۔ اصل مقصود

ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں مشغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بغیر خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر۔ بڑا عہدہ پا کر۔ بڑا تاجر بن کر۔ بڑی بادشاہی تک پہنچ کر۔ بڑا فلاسفر کہلوا کر آخر دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے۔۔۔۔ جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کون سی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ اور برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ سب خدا کا ہو جائے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 138-139)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ یہ محبت کا خلق اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنے لئے پیدا کیا ہے۔

ترجمہ: محبت ایک شریف جوہر اور خلق اعظم انسان میں ہے۔ اور اللہ نے اس کو انسان میں اس لئے رکھا ہے کہ تا وہ اپنے نفس کو اپنے رب منان کے جمال کی تصویر میں فنا کر دے۔ اور اپنی روح اور دل سے اس کا ہو جائے۔ اس کی محبت کے راستوں میں بڑھتا جائے۔ اور اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ اور اس کا وجود عشق اور سخت جذبہ کی آگ میں پگھل جائے۔ (لجنۃ النور ص 53)

آریوں کو جواب دیتے ہوئے انسانی روحوں کو خدا کی پیدا کردہ ثابت کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں:۔

''اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں۔ اور اس کی پیدا کردہ نہیں۔ تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت پر چھڑک دیا۔ اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردہ غفلت دور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے۔ ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے۔ اور یہی مقام سچی معرفت کی کنجی ہے۔'' (چشمہ معرفت ص 158-159)

مذہب کی اصل غرض وغایت محبت الٰہی ہے:

اس کے بعد میں وہ عبارتیں پیش ہیں جن میں آپؑ نے مذہب کی اصل غرض بیان فرمائی۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

''مذہب کی اصل غرض اس سچے خدا کو پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے۔'' (لیکچر لاہور صفحہ 2)

''یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہونا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے۔ اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہش جو خدا کی رضا مندی کے مخالف ہے دوزخ کی آگ ہے۔ اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ انسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو انسان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بغیر کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔'' (لیکچر لاہور صفحہ 3)

''مذہب کی جڑھ خداشناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے۔ اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ۔ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں۔ اور اس کا پھل

برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو رب اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے۔۔۔ کمالیت محبت۔کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے۔اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت ہوتی ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ ص 233)

سچی خوشحالی اور نجات محبت الٰہی سے حاصل ہوتی ہے:

اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

''دراصل نجات اس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے۔ جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے۔لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑھتی ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں۔اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔۔۔

سو طالب حق کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو۔اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے۔سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں جو دل میں عاشقانہ بے قراری پیدا کرے یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔''

(چشمہ مسیحی مطبوعہ 14۔مارچ 1916ء ص 21-22)

''(کیونکہ) نجات کا تمام مدار خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے۔اور محبت ذاتیہ اس محبت کا نام ہے۔جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہے۔''(چشمہ مسیحی ص 25)

''اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی محبّ اپنے محبوب سے جدا نہیں ہو سکتا اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نور نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے۔خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں خارق عادت جوش بخشتی ہے۔اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقا باللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے۔کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو۔اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی میں روح غرق ہو جائے۔اس کی مثال وہ حالت ہے۔کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آ جاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے۔ پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے۔ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ۔اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا۔یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے''ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرے انعام ہوئے۔''اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا۔انعام کے طور پر ملا۔یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بغیر خدا تعالیٰ کے کسی کا حق نہیں وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ پس انسانوں میں سے اسی انسان کو جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیروں کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خدا تعالیٰ میں فنا ہو کر ظلی طور پر اس سے

حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے۔'' (چشمہ مسیحی ص 27,26)

سچی محبت کی علامات:

''پھر معرفت کے بعد بڑی ضروری چیز نجات کے لئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا۔ بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی ہے اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکھتا ہے۔ اپنی اس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر تو اثر ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔ اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزار ہا لوگ ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں۔ اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی محبت سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پا لیتا ہے۔ تو پھر کیونکر خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا۔ اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے۔ اور بُعد اور دوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے۔ اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر۔ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب ازلی کے جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ رہے اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محبت صادق اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ تجھ سے راضی ہوں۔ تب بھی وہ اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا کی رضا حاصل ہو۔ سچی محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے۔ تا خدا کے فضل وہ کمزوری ظہور میں نہ آئے۔ اور مستور و مخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے۔ اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے۔ جو

عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خداتعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچا تا ہے۔ اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے۔ تب یک دفعہ ایک شعلہ کی طرح خداتعالیٰ کی محبت جو خداتعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے۔ اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدا حی و قیوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے۔ بلکہ تمام صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر اس کو حصہ ملتا ہے۔ تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔''

(چشمہ مسیحی ص 37 تا 39)

محبت الٰہی کے حصول کے طریق:

آپؑ مذہب کی اصل غرض بیان کرنے کے ساتھ محبت الٰہی کے حصول کے طریق یوں بیان فرماتے ہیں:

''مذہب کی غرض یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اس لائق بنا دے کہ اس کی روح ہر وقت خداتعالیٰ کے آستانہ پر گری رہے۔ اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے۔ اور اس میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو جائے۔ تا اس دنیا میں بہشتی زندگی اس کو حاصل ہو۔۔۔ بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان ایک گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔

اوّل: تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کی کوشش کرے اور (دوسرے) دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے۔ اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے۔ اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو انسانی جذبات پر غالب آ جائے۔ اور چاہئے کہ اسی طرح دعا میں لگا رہے جب تک وہ وقت آ جائے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو۔ اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع اس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے اور اس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔

تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں۔ جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شامل حال ہو جاتا ہے۔''

(لیکچر سیالکوٹ ص 24)

محبت الٰہی کس طرح پیدا ہوتی ہے:

اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:

''نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں محبت اور معرفت ہے۔ اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جس قدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کا جوش مارنے کا باعث حسن یا احسان ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں جن کی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے۔ پس جبکہ انسان کو خداتعالیٰ کے حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ ہمارا خدا اپنی لامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے۔ اور پھر کس طرح پر اس کے لامتناہی احسان ہم پر احاطہ کر رہے ہیں۔ تو اس علم کے بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اس کی فطرت میں مرکوز ہے۔ جوش مارتی ہے۔ اور گو محبت الٰہی کا تخم ازل سے انسان کی سرشت میں رکھا گیا تھا۔ مگر اس تخم کی آبپاشی معرفت ہی کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی محبوب بجز معرفت کے اور بجز تجلیات حسن و جمال اور اخلاق اور وصال کے کسی عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اور جب معرفت تامہ حاصل ہو جاتی ہے تبھی وہ وقت آتا ہے کہ محبت الٰہی کا ایک چمکتا ہوا شعلہ انسان کے دل پر گرتا ہے اور یک دفعہ اس کو خداتعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تب انسانی روح محبوب ازلی کے آستانہ پر عاشقانہ انکسار کے ساتھ گرتی ہے اور حضرت احدیت کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر ایسی پاک و صاف ہو جاتی ہے کہ تمام سفلی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور ایک نورانی تبدیلی اس کے

اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تب وہ روح ناپاک باتوں سے ایسی نفرت کرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کو نفرت ہے اور خدا کی رضا اس کی رضا ہوتی اور خدا کی خوشنودی اس کی خوشنودی ہو جاتی ہے۔'' (چشمہ مسیحی ص 43،42)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

''بعد اس کے واضح ہو کہ اگرچہ قرآن کریم نے حقیقت دین کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل بیان فرمائے ہیں۔ مگر درحقیقت ان سب کا مال دو قسم پر ہی جا پڑتا ہے۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی مالکیت تامہ اور اس کی قدرت تامہ اور اس کی حکومت تامہ اور اس کے علم تام اور اس کے حساب تام اور نیز اس کے واحد لاشریک اور حی و قیوم اور حاضر و ناظر ذوالاقتدار اور ازلی ابدی ہونے اور اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور جمیع جلال و کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں پورا پورا یقین ہو جائے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود اور اس تمام عالم کے وجود کا اس کے تصرف اور حکم میں دکھائی دے اور۔۔۔۔ یہاں تک کہ اس کی عظمت اور کبریائی تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے مضمحل اور خیرہ کرا کے ان کی جگہ لے لے۔ اور ایک دائمی رعب اپنے دل پر جما دیوے اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے تخت کو خاک مذلت میں پھینک دیوے اور اپنے خوفناک کرشموں سے غفلت کی دیواروں کو گرا دیوے۔ اور تکبر کے مینار کو توڑ دیوے۔ اور ظلمت بشری کی حکومتیں وجود انسانی کی دارالسلطنت سے بکلی اٹھا دیوے اور جو جذبات نفس امارہ کے طبیعت انسانی پر حکومت کرتے تھے اور باعزت سمجھے گئے تھے ان کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور بے مقدار کر کے دکھا دیوے۔

دوئم: یہ کہ اللہ جل شانہ کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے۔ کیونکہ کامل درجہ کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے یا احسان کے ذریعہ سے۔۔۔ اللہ جل شانہ کا حسن اس کی ذات اور صفات کی خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیر محض ہے۔ اور مبداء ہے جمیع فیضوں کا۔ اور مصدر ہے تمام خیرات کا۔ اور جامع ہے تمام کمالات کا۔ اور مرجع ہے ہر یک امر کا۔ اور موجد ہے تمام وجودوں کا۔ اور علت العلل ہے ہر یک موثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر یک وقت اس کے قبضہ میں ہے۔ اور واحدہٗ لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور تمام کمالوں میں۔ اور ازلی اور ابدی ہے اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم۔ باوجود قدرت کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں ایک دم کے رجوع میں بخشنے والا۔ بڑا ہی حلیم اور بردبار اور پردہ پوش۔ کروڑہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور ہر جگہ نہ پکڑنے والا۔ اگر اس کا روحانی جمال تمثل کے طور پر ظاہر ہو تو ہر یک دل پروانہ کی طرح اس پر گرے۔ پر اس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور انہی پر ظاہر کیا جو صدق سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس نے ہر ایک خوبصورت چیز پر اپنے حسن کا پرتو ڈالا۔

آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ سیارے جو چمکتے ہوئے نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں۔ یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ درحقیقت ظلی طور پر اس حسن لازوال سے ایک ذرہ کے موافق حصہ لیتے ہیں۔ وہ حسن ظن اور وہم اور خیال نہیں۔ بلکہ یقینی اور قطعی اور نہایت روشن ہے۔ جس کے تصور سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اس کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص 158161-)

پھر فرمایا'' جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں۔ وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا۔ یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے۔ کیونکہ جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاق سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آ سکتا۔ خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے۔ ہم

اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔ جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اس کے محاذات میں پڑے گا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہو گی۔ اس سے پہلے نہیں۔ اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص 88)

محبت الٰہی پیدا کرنے کے لئے نصیحت:

نفس کو پاک کرنے اور محبت الٰہی کے لئے اس میں جگہ بنانے کے لئے آپؑ نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

''خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا کہ آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو۔ جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی۔ کچھ آگ کے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔

(رسالہ جہاد ص 13 تا 16)

دورہ پشاور و مضافات

ماہ جون میں جنرل سیکرٹری صاحب کی زیر قیادت تین رکنی وفد نے پشاور جماعت اور اس کے مضافات کا دورہ کیا۔ وہاں پر جاری تعمیراتی کاموں جس میں مسجد وغیرہ کی تعمیر شامل تھی کا جائزہ لیا گیا۔ قاری ارشد محمود صاحب نے پشاور کی مرکزی مسجد میں نماز جمعہ کا خطبہ دیا۔ مسجد احباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ وفد نے احباب سے فرداً فرداً ملاقات کی اور ان کو درپیش مسائل سے آگاہی حاصل کی تا کہ مرکز کی جانب سے ان مسائل کا ازالہ کیا جا سکے۔ احباب جماعت کو نماز سے تعلق جوڑنے کی تلقین کی گئی۔

محترم جنرل سیکرٹری صاحب نے خصوصاً جماعت بندی کی طرف احباب جماعت کی توجہ دلائی اور اس سلسلہ میں امام پشاور طیب اسلام صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے جماعت بندی کے لئے مزید کوششوں کی نصیحت کی۔ وفد نے پشاور کے مضافات میں موجود جماعتوں کا بھی دورہ کیا۔ سفید ڈھیری کی جماعت نے وفد کے اعزاز میں پرتکلف افطار پارٹی کا اہتمام کیا۔ جس کے دوران وفد نے خدا سے تعلق پیدا کرنے پر زور دیا۔

☆☆☆☆

ضرورت مجدد

آمنہ سعید صاحبہ

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے ''ضرورت مجدد'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا تھا جس میں واضح طور پر اس موضوع کو قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت عمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اسی کا خلاصہ ہے۔

ختم نبوت کا معاملہ اگر ایک طرف دین اسلام کا ایک عظیم الشان رکن اور وحدت اسلامی کی مضبوط بنیاد ہے تو دوسری طرف وہ ہمارے سامنے بعض مشکلات بھی لاتی ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے جب زمین میں ظلمت و فساد پھیل جاتا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک رسول کھڑا کرتا۔ یہ الٰہی طریق کار دنیا کی تمام بڑی قوموں میں بالخصوص بنی اسرائیل میں جس کی سلسلہ اسلامیہ سے مماثلت نبی اکرمؐ نے خود بتائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت موسوی کامل نہ تھی۔ کامل نمونہ کا ظہور صرف انسان کامل حضرت محمد صلعم کی ذات بابرکت میں ہوا۔ سو یہ ضرورت جو پہلی قوموں میں بعثت انبیاء چاہتی تھی اب اس کی ضرورت اس رنگ میں نہ تھی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ گزرتے زمانے کے ساتھ لوگ راہِ حق سے دور چلے جاتے ہیں اور صداقتوں کو ترک کردیتے ہیں اور ان کے دل دین کی طرف سے سخت ہوجاتے ہیں۔ اور یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ سو اللہ نے ایک راہ کھلی رکھی جو ختم نبوت کے منافی نہیں اور تجدید دین کا سامان مہیا کرتی ہے اور وہ ہے بعثت مجدددین۔

مجدد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ اصلاح دین کے لئے مامور کرے۔ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور تاریخ اسلامی بھی اس پر شاہد ہے۔

غیر انبیاء سے مکالمہ ومخاطبہ

اس امر کو معلوم کرنے کے لئے کہ آیا اس امت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے یا نہیں اور امورِ غیبیہ پر ان کو اطلاع دیتا ہے یا نہیں اور قرآن میں کیا غیر نبی سے خدا کے مکالمہ کی کوئی مثال موجود ہے یا نہیں۔ اس بارے میں پہلی شہادت سورۃ القصص آیت نمبر 7 میں ہے جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو وحی کی گئی اور ان کو امورِ غیب کی اطلاع ہوئی۔

دوسری مثال حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کی سورۃ آل عمران آیت نمبر 145 میں موجود ہے کہ اللہ تم کو اپنے کلام سے بشارت دیتا ہے۔ اور پھر حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرف بھی وحی کا ذکر ہے۔ یہ سب بالاتفاق نبی نہیں تھے مگر وحی کی نعمت سے ان کو سرفراز کیا گیا۔

تو پھر اب اس امت میں اللہ کی یہ سنت جاری کیوں نہ رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سوائے نبیوں کے دوسروں سے کلام نہ کیا ہوتا تو ختم نبوت کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کا انقطاع بھی ماننا پڑتا لیکن جب اللہ کی صفت کلام کا ظہور پہلے غیر انبیاء سے ہوتا رہا ہے تو پھر ختم نبوت سے صفت کلام پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس امت میں یہ سنت جاری ہے جیسے کہ حدیث سے ہمیں واضح نظر آتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہا:

''رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے (یعنی جن سے اللہ کلام کرتا تھا) اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔''

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ)

پھر بخاری میں ایک اور حدیث ہے:

''آنحضرت صلعم نے فرمایا نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ لوگوں نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا رویائے صالحہ''۔

(بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات)

پھر ایک اور جگہ فرمایا: ''اچھی خواب نیک آدمی کی نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' (موطا امام مالک باب ماجاء فی الرؤیا)

پھر ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ:

''نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرتا رہے''۔ (ابوداؤد کتاب الملاحم)

یہی لوگ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے سرفراز فرما کر تائید دین کے لئے مامور کرتا ہے اور تائید کا سامان ان کو غیب پر اطلاع کے رنگ میں عطا فرماتا ہے، مجدد کہلاتے ہیں۔ سو مجددین کا انکار کرنا یہ معنی رکھنا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے تائید دین کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔ علاوہ ازیں اگر ہم مجددین کے سلسلے سے انکار کریں تو بڑے بزرگان دین کی نسبت جنہوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا اور جن کا مجدد ہونا لوگوں نے تسلیم کیا ہے جھوٹا پڑ جائے گا۔

معروف مجددین کے نام

امام سیوطی نے جو کہ نویں صدی کے مجدد ہونے کے مدعی تھے انہوں نے اس وقت تک کے تمام مجددین کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پہلی صدی اور امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ہمارے ملک میں ایک بزرگ بھی اسی نام سے مشہور ہیں یعنی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ جو مجدد الف ثانی کے نام سے جانے جاتے ہیں یعنی دوسرے ہزار سال کے مجدد۔ امام غزالیؒ کی عظمت اور مرتبہ اسلامی دنیا میں مسلم ہے۔ آپ نے بھی دعویٰ مجددیت کیا۔ پھر امام ابن تیمیہؒ نے جو دنیا اسلام کے ایک جید عالم گزرے ہیں کھلے الفاظ میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنی کتاب ''میں مجددیت کا دعویٰ کیا''۔ ان تمام لوگوں کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اگر مجدد کا انکار کریں تو نعوذ باللہ ان تمام بزرگان کو مفتری ماننا پڑتا ہے جو کہ دین اسلام کے ہر زمانہ میں ستون رہیں ہیں۔

مجدد صد چہاردہم

اب اگر ہم ایک نظر چودھویں صدی پر ڈالیں تو اس سوال کا جواب کہ اس صدی کا مجدد کون تھا بہت واضح ہے۔ چودھویں صدی کے سر پہ ساری دنیا میں صرف ایک ہی شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے یہ آواز بلند کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے اپنے دعویٰ مامور من اللہ اور محدث ہونے کا کھلے الفاظ میں کتاب ''براہین احمدیہ'' میں شائع کیا اور ساتھ ہی اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جس میں بڑی تفصیل سے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ کو اس وقت کے علماء نے قبول کیا۔ اگر ایک طرف آپ سے پہلے کسی شخص نے صدی کا مجدد ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہوتا تو اس کے بعد بھی کسی کی جرات نہ ہوتی کہ محض مقابلہ کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر مجدد ہو تو ہو ہمیں اس سے کیا۔ یہ مجدد پر اعتراض نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو لغو قرار دینا ہے کہ اس نے یونہی مجددین کا سلسلہ قائم کیا حالانکہ مسلمانوں کو اس کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ صرف لوگوں کا اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے اور مذہب کی طرف سے بے اعتنائی ہے۔ قرآن میں کونو مع الصادقین کا حکم چاہتا ہے کہ جب کوئی راستباز صادق دنیا میں ظاہر ہو تو اس کا ساتھ دیا جائے اور مسلمان پورا زور اپنے دین کی حفاظت کے لئے لگائیں اور اس مجدد کے ہاتھ پر جمع ہوں۔

اسلام کی خدمت کا بہترین طریق

سو آج جب اسلام چاروں طرف سے مصائب میں گھرا ہوا ہے تم وساوس کو چھوڑ کر اس مجدد کے ساتھ ہو جاؤ اور دین اسلام کی خدمت کے کام میں لگ جاؤ۔ کیا اپنے زمانے میں ہر ایسے مصلح دین کو برا نہیں کہا گیا، کیا امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے نہیں لگوائے گئے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا۔ کیا مجدد الف ثانی کو جیل خانہ میں نہیں ڈالا گیا۔ پس وساوس سے بچو اور خدمت اسلام کے کام میں جس کو خدا تعالیٰ اس زمانہ میں اپنے مجدد کے ذریعے کرنا چاہتا ہے لگ جاؤ۔ آؤ اور اس کے ساتھ ہو کر اس کی ہدایت کے ساتھ کام کر کے دیکھو کہ کس طرح خدا اسلام کی نصرت کرے گا۔

☆☆☆☆

اولیاءاللہ کون؟

قاری ارشد محمود

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کا آغاز جس فرد سے کیا اسے منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ گویا اس کائنات کا سب سے پہلا انسان ہی سب سے پہلا نبی تھا۔ یعنی اس کائنات کا کوئی فرد اللہ تعالیٰ کی راہنمائی و ہدایت سے محروم پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ جو فرمایا گیا ہے کہ:

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56)

یہ تبھی ممکن تھا کہ ان کی مکمل راہنمائی و ہدایت کا اہتمام کیا جاتا، سو اہتمام ایسا کیا گیا کہ روزِ اول سے تا قیام قیامت اس دائرۂ رشد و ہدایت سے باہر کوئی انسان نہ ہو۔

''عبادت'' ہی ایک ایسا عمل ہے جس سے خالق ارض وسماء اور بندے کے درمیان رابطہ وتعلق پیدا ہوتا ہے اور یہی رابطہ و واسطہ اپنی کمی بیشی کے اعتبار سے ''انسان'' کے دینی و اخروی مدارج کا پیمانہ بنتا ہے اور یہی مدارج (تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کے اقرار واعتراف کے بعد (اللہ کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے) سے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ایک مرحلہ جو اس سے ہٹ کر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے اس منصبِ عبودیت سے روگردانی کرتا ہے، پھر وہ سرے سے انکار و بغاوت کا راستہ اختیار کر لیتا ہے اور شیطان کے بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم کے تدبر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق و باطل، ایمان وکفر، نور وظلمت، تعلق علوی ورشتہ سفلی اور اعمال صالح وکاروبارِ مفسدہ وسیۂ کے اختلاف کے اعتبار سے دو بالکل متضاد اور آپس میں مخالف گروہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں اور جب کبھی حق و باطل کا معرکہ سرگرم ہوتا ہے تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آراء ہوتی ہیں۔ گو ان کی جنگ علمی رنگ میں ہو یا عملی رنگ میں قرآن حکیم نے مختلف ناموں سے ان دونوں جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور جابجا ان کے آثار وعلائم اور خواص واعمال کی تشریح کی ہے۔

قرآن حکیم نے ۳۲ سے زیادہ مقامات میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے اپنے دلوں کو حق کے قبول کرنے کے لیے مستعد کر لیا ہے اور جو اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے اللہ اور اس کی صداقت کو چاہنے والی اور پیار کرنے والی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنا دوست اور ساتھی بنالیا ہے۔

اس جماعت کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ یعنی وہ اللہ کے دوست ہیں اور اس کے چاہنے والے ہیں۔ اس لیے سورہ بقرہ میں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے۔ وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔''

مطلب یہ کہ ایمان لانے سے انسان تاریکی سے نکل کر روشنی کی جانب آجاتا ہے۔ ایمان کے بغیر زندگی تاریکی ہے، گمراہی ہے اور اس گمراہی سے نکلنے کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ اور وہ اس وقت کتاب اللہ یعنی کہ قرآن حکیم کی صورت میں موجود ہے۔ جو کوئی بھی تاریکی سے نکلنا چاہتا ہے وہ اسی شمع کے ذریعے تاریکی سے نکل سکتا ہے۔ اب ایمان لانے کے بعد انسان ایک روشنی کے اندر داخل ہو جاتا ہے، ایک نور جسے نور ہدایت کہا جاتا ہے اس کو پالیتا ہے۔ اب اس نور سے فائدہ اسی وقت اٹھا سکتا ہے جب اس کے ساتھ عمل صالح کرتا ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح ایک لازمی جزو ہے۔ ایمان لانے سے انسان ولی تب ہی بن سکتا ہے جبکہ اس کے بعد عمل صالح کرے اور بدی سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ اگر ایمان لانے کے بعد عمل صالح نہیں کرتا، بداعمالیوں کو نہیں چھوڑتا اس کا ایمان لانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ ایمان لانے کا مقصد قرب الٰہی پانا ہے اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنا اس مقصد کو پانے کا عملی ذریعہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''کہہ میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی نیکوں کی حمایت کرتا ہے۔''(سورۃ الاعراف196)

مطلب وہ جو اپنی بھی اصلاح کرتے ہیں اور اپنے گرد و نواح میں بھی اصلاح چاہتے ہیں۔ وہ اللہ کے مقربین ہیں۔ اور جو اللہ کے مقربین ہوتے ہیں ان کے اندر تقویٰ اور اخوت کا جذبہ جوش مارتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے والے متقی کہلاتے ہیں اور متقی بھی اللہ کے مقربین میں سے ہے۔ جیسا کہ سورۃ الجاثیہ میں آتا ہے کہ:

''اللہ متقین کا ولی ہے۔''(سورۃ الجاثیہ آیت19)

اب متقی کون ہیں؟ متقی کا لفظی معانی ہے پرہیزگار۔ پرہیزگاری یہ ہے کہ وہ کام انسان چھوڑ دے جن سے رکنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہر اس کام کو اپنائے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی ہو۔ اپنی خواہشات کی نفی ہو۔ اس کا جینا اور مرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ اب متقی بننے کے بعد ہی انسان صحیح معنوں میں مومن کہلاتا ہے۔ جب انسان مومن بن جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کا جو اس پر انعام ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو اپنا ولی بنالیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

''اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔''(سورۃ آلِ عمران آیت68)

مطلب ایمان والوں کا اللہ دوست ہے۔ اب اللہ کے دوستوں کی پہچان، اس کا طریقہ بھی قرآن حکیم نے خود ہی بتادیا کہ صرف دعویٰ کرنے سے انسان اللہ کا مقرب نہیں بن سکتا نہ ہی ظاہری بناؤ سنگھار کرنے سے اللہ کا دوست بنا جا سکتا ہے۔ نہ ہی ظاہری عبادات اور ظاہری ریاضتوں سے انسان مقرب بارگاہ الٰہی ہوسکتا ہے۔ ظاہری دعویٰ تو یہود و نصاریٰ میں بھی بہت پایا جاتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کسی بھی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے مقربین میں سے نہیں ہیں۔ یہود کو یہ خوش فہمی تھی کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں، وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر تھے اور ہمارے آباؤ اجداد پر خدا تعالیٰ کے بے شمار انعامات تھے لہٰذا ہم ہی خدا تعالیٰ کے مقربین اور اس کے ولی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

کہہ اے لوگو! جو یہودی ہوا گر تم سمجھتے ہو کہ اور لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔''(سورۃ الجمعہ آیت6)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں لذتوں سے دستبردار ہوجانے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہوئے اس طرح دوڑتے ہیں گویا بھوکوں کو غذا کی اور پیاسوں کو پانی کی پکار سنائی دیتی ہے۔ لیکن جو جھوٹے ہیں اور اللہ کی ولایت سے محروم، وہ انکار کردیتے ہیں اور یہ ان کے جھوٹے ہونے کی مہر ہے جو خود انہوں نے اپنے اوپر لگادی۔ ارشاد خداوندی ہے:

اور کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''(سورۃ الجمعہ آیت7)

موت کی تمنا سے مقصود ہرگز یہ نہیں کہ کوئی آدمی موت کو پکارے اور اس کے لیے التجا کرے۔ اللہ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لیے ایک کسوٹی فراہم کرے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی زندگی خدا کے لئے وقف ہوتی ہے اور وہ دین کو دنیا کی زندگی پر مقدم رکھتے ہیں۔ اولیاءِ شیطان زندگی کو ہی مقصود و مطلوب رکھتے ہیں اور اسی لئے یہ موت کے نام سے ڈرتے اور کانپتے ہیں اور زندگی کے عشق میں پاگل ہوگئے ہیں۔ لیکن موت تو آنی ہی ہے اور آخر کار اسی مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''کہہ، موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں مل کر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے سو وہ تمہیں اس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔(سورۃ الجمعہ آیت8)

اس کے مدمقابل اولیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

''سنو اللہ کے اولیاء پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے تھے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔''

جو متلاشیانِ حق، حق کی راہ پر قدم مارتے ہیں تو اللہ ان کے لئے راہوں کو

آسان بنا دیتا ہے اور جو اس سے پیچھے ہٹتے ہیں ان کو گمراہی و ضلالت میں ہی چھوڑ دیتا ہے۔جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''سو جسے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ہدایت دے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے ارادہ کرتا ہے کہ اس کو گمراہی میں چھوڑ دے اس کا سینہ تنگ گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ اوپر کو چڑھ رہا ہے۔اس طرح اللہ ان لوگوں پر ناپاکی رہنے دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور یہ تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے باتیں اُن لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ان کے لئے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا ولی ہے ان (اعمال) کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔''

قرآن کریم کی ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اللہ کا مقرب بننے کے لیے انسان کو کس قدر قربانیوں کی ضرورت ہے، کس قدر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔بغیر پابندی احکام الٰہی کے دعویٰ مقربین الٰہی کرنا یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کی مانند ہی ہے۔اور عمل صالح کے ساتھ جب انسان خدا تعالیٰ کے قرب کو پالیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا مقام ہے یہ پیغمبر خدا، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک سے سمجھ لیجئے:

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرے ولی دوست سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کے مقابلے میں اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ مقرر کردہ فرائض ہی سے میرا مقرب نہیں بن جاتا بلکہ میرا بندہ میرا قرب نوافل کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرا محبّ و ولی ہو جاتا ہے۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔پھر وہ جو مانگتا ہے وہ میری طرف سے عطا ہوتی ہے اور جب وہ مجھ سے پناہ کا طلب گار ہوتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ مجھے کسی کام کے کرنے میں تردّد نہیں ہوتا جس کو میں کرنے والا ہوں جتنا کہ نفس مومن سے کہ اگر وہ اس کو مکروہ سمجھے۔ میں تو موت کو برا سمجھنے ہی کو مکروہ سمجھتا ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ کا مقرب اس طریقے سے بنا جا سکتا ہے۔آج ہم عملی زندگی سے بہت دور نکل چکے ہیں۔ وہ لوگ جو پانچ وقت کی نماز بھی ادا نہیں کرتے، جن کو طہارت اور پاکیزگی کا بھی ذرا خیال نہیں، جو حقوق اللہ تو دور حقوق العباد کا بھی خیال نہیں رکھتے اور اپنی زبان سے دعویٰ ولی اللہ کا کرتے ہیں اور بہت سے جاہل ان کے گرویدہ بھی ہو جاتے ہیں، اسی لیے امام وقت نے بڑے خوبصورت انداز میں ولی کی تعریف کی۔آپ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔ پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلائے۔آج کل زمانہ کس قدر پست ہمت ہے۔اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہہ دے کہ تو میرا دوست ہے یا اس کو کرسی دے اور اس کی عزت کرے تو وہ شیخی کرتا ہے، فخر کرتا پھرتا ہے۔لیکن اس انسان کا کس قدر افضل رتبہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل پیدا کر لیتا ہے۔ انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ایک فرائض دوسرے نوافل۔فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو جیسے قرضہ کا اتارنا، یا نیکی کے مقابل نیکی، ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا۔ یہ بطور مکملات اور متممات فرائض کے ہیں۔اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے۔مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ اور صدقات دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں، حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔''(ملفوظات جلد اول صفحہ 9)

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد ایم اے

برلن مسجد، جرمنی میں تبلیغی سرگرمیاں

ماہ مارچ تا مئی 2016ء میں زائرین کی آمد کی مختصر رپورٹ

از عامر عزیز الازھری، امام

یکم مارچ

برلن کے ایک مقامی سکول کے طلباء نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ مدثر عزیز صاحب نے اسلام اور برلن مسجد کے بارے میں ان کو ایک مختصر تعارف پیش کیا۔ مہمانوں نے اسلام، حالیہ حادثہ پیرس اور جرمنی میں ایک مہاجر کے ہاتھوں ایک لڑکی پر حملہ، ان سب کے بارے میں استفسار کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ ان واقعات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے واقعات کے بارے میں اسلام کی حقیقی تعلیمات جان کر وہ خوش ہوئے۔

3 مارچ

کیمپس بیروفسبلڈنگ کے اساتذہ اور طلباء نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ اسلام اور برلن مسجد کے بارے میں طلباء کو ایک مختصر تعارف پیش کیا گیا۔ بعد ازاں طلباء نے اسلام میں عورتوں کے لئے مساوی حقوق کے متعلق سوالات کیے۔

4 مارچ

حقوق نسواں اور کلچرل پالیسی کی مشاورتی ٹرسٹ نے مدثر عزیز صاحب کو ایک سیمینار میں مدعو کیا۔ مذہب میں خواتین کے کردار اور موضوع پر گفتگو ہوئی۔ سوال و جواب میں اسلام، قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام میں خواتین کے مقام کے متعلق روشنی ڈالی گئی۔

8 مارچ

ایونجلک چرچ فن لینڈ سے ایک وفد نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ اسلام اور برلن مسجد کے بارے میں انہیں ایک مختصر تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے بارے میں سوالات کیے۔ انہوں نے تحریک احمدیہ کے دو گروہوں میں تقسیم ہونے کے بارے میں بھی استفسار کیا۔

12 مارچ

سویڈن کی کئی یونیورسٹیوں سے قریباً 20 اساتذہ اور طلباء کے ایک وفد نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ انہیں اسلام اور مسجد کے بارے میں ایک گھنٹہ تک مختلف سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ تمام شرکاء کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' پیش کی گئی۔ مقامی حکومت نے مدثر عزیز صاحب کو زوژن میں منعقد ایک نمائش میں مدعو کیا گیا۔ اس نمائش کا اہتمام اس جگہ کیا گیا۔ جہاں 1912ء میں جرمنی کی پہلی مسجد برصغیر کے سپاہیوں کے لئے تعمیر کی گئی تھی۔ جنہوں نے جنگ عظیم اول میں حصہ لیا تھا۔ مدثر عزیز صاحب کو جرمنی کی سب سے قدیم مسجد کے سرکاری نمائندہ کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ اس تقریب سے کافی معلومات حاصل ہوئیں۔

18 مارچ

موسیقی کا ایک گروپ اذان ریکارڈ کرنے کے لئے برلن مسجد آیا۔ یہ گروپ مذاہب میں عبادات کے لئے بلانے کے بارے میں ایک پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔ اذان ایک عراقی مسلمان بھائی نے ریکارڈ کروائی۔ جو جمعہ کی نماز برلن مسجد میں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے۔ گروپ مسجد میں آواز کے گونجنے کے بارے میں عمارت کی تعمیر سے بے حد متاثر ہوا۔ اور خاص طور پر قرآن مجید اور اذان کی گونج ان کے لئے مسحور کن تھی۔

25مارچ

ڈنمارک کے طلباء جن کا تعلق YMCA سے ہے نے برلن مسجد کا دورہ کیا ۔ان کو اسلام کا تفصیلی تعارف کروایا گیا اور جہاد کا صحیح اسلامی تصور پیش کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی تحریک احمدیہ کا پیغام بھی بتایا گیا کہ اسلام کو دنیا میں کس طرح سے پرامن طریقے سے پھیلانا ہے۔طلباء کے لئے یہ ایک بھرپور معلوماتی موضوع تھا۔ بعدازاں شام کے موجودہ معاملات کے متعلق سوالات کیے گئے ۔تمام طلباء کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' پیش کی گئی۔

31مارچ

ہیونلی کلچر ورلڈ پیس اینڈ ریسٹوریشن آف پیس کی تنظیم جو دنیا جنت حاصل کرنے دنیا میں امن قائم کرنے اور روحانی روشنی کے احیاء کے لئے کام کر رہے ہیں ۔HWPL نامی ادارے نے مدثر عزیز صاحب کو ایک مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے مدعو کیا۔'' حصول امن کے لئے مذہبی رہنماؤں کا کردار'' کا موضوع زیر بحث تھا۔ مدثر عزیز صاحب نے بانی سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب ''پیغام صلح'' میں سے اقتباسات پڑھے ان خیالات کو بے حد سراہا گیا۔

4اپریل

ایک مقامی گائیڈ کے ہمراہ ناروے سے 18 لوگوں کے ایک وفد نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ ناروے میگزین میں برلن کی چھپی ہوئی خوبصورتی کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا۔اس میں برلن مسجد کا ذکر پڑھ کر ان لوگوں میں مسجد دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔اسلام میں خواتین کے حقوق کے متعلق اور احمدی افراد کی اسلام میں کیا حیثیت ہے کے موضوع پر سوالات ہوئے ۔قرآن مجید اور دیگر مذہبی صحائف کی روشنی میں انتہائی مفصل جواب دیئے گئے۔

6اپریل

عمر رسیدہ افراد کے ہوسٹل سے بزرگوں کے ایک گروپ نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ان کے سامنے دین اسلام اور برلن مسجد کے متعلق ایک مختصر تعارف پیش کیا گیا۔

10اپریل

ڈنمارک کی صحافی محترمہ این ملڈ گارڈ برلن مسجد تشریف لائیں ۔انہوں نے مدثر عزیز صاحب اور ایک پادری کا انٹرویو لیا۔ پادری صاحب کا تعلق ڈنمارک کے گرجا گھر سے ہے۔جو برلن مسجد کے بالکل قریب ہے۔ یہ انٹرویو ڈنمارک کے مقامی اخبار میں شائع ہوا۔ بعدازاں محترمہ کو مولانا محمد علی کی کتاب ''دی ریلیجن آف اسلام'' اور ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام اینڈ پیس اینڈ ٹالرنس'' پیش کی گئی۔

15اپریل

برلن کے سکول ایبی ہاؤزر کے طلباء نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔اسلام اور برلن مسجد کے بارے میں طلباء کو ایک مختصر تعارف پیش کیا گیا۔ بعدازاں طلباء نے جنت اور دوزخ، اللہ تعالیٰ دکھائی کیوں نہیں دیتا جیسے سوالات کیے۔شام کے موجودہ حالات پر بھی گفتگو ہوئی۔آخر میں شرکاء کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' پیش کی گئی۔

20اپریل

انگلستان کی لف بورو یونیورسٹی کے طلباء نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ وفد یورپ آنے والے لوگوں یعنی ''ہجرت'' کے موضوع پر کام کر رہا تھا۔ برلن مسجد کا مختصر تعارف کروایا گیا۔ بعدازاں انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور احمدیوں کے دو گروہوں میں تقسیم ہونے /اختلافات کے بارے میں بھی استفسار کیا ۔ شرکاء کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''Truc Succession'' پیش کی گئی ۔جس میں تحریک احمدیہ کے دونوں گروہوں میں اختلاف کے بارے میں حالات وواقعات درج ہیں۔

24اپریل

کونفرمینڈ نگرپ ، کے ایونجلسٹ کے طلباء نے مسجد کا دورہ کیا۔سوال و جواب میں شام کے موجودہ حالات پر سوالات پوچھے گئے ،شرکاء میں ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' پیش کی گئی۔

26اپریل

دنیا میں جنت امن اور روحانی روشنی حاصل کرنے کی غرض سے کام کرنے والے HWPL نامی ادارے نے مدثر عزیز صاحب کو ایک مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے مدعو کیا۔ دنیا کے مذاہب میں جنگ اور امن کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ گفتگو کافی دلچسپ اور پراز معلومات تھی۔ کئی شرکاء نے جماعت احمدیہ کی طرف سے تصور جہاد کو بے حد سراہا۔

28اپریل

یہ ایک اہم دن تھا کیونکہ کارل آگٹس ہرمن جنہوں نے برلن مسجد کا نقشہ ڈیزائن کیا تھا کی پوتی نے مسجد کا دورہ کیا۔ انہیں اپنے مرحوم دادا کی ڈیزائن کی ہوئی مسجد میں آ کر انتہائی خوشی اور فخر محسوس ہوا۔ اور یہ بات کہ جس مسجد کو ان کے دادا نے ڈیزائن کیا تھا اس کو دیکھنے کے لئے یورپ اور دوسرے ممالک سے سکولوں کے طلباء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور تعمیرات سے دلچسپی رکھنے والے ماہرین خاص طور پر بڑی تعداد میں آتے ہیں۔

19مئی

60 سے زائد فارغ التحصیل خواتین اور حضرات نے برلن مسجد میں ڈیڑھ گھنٹے کے دورانیہ کے ایک پروگرام کا انتظام کیا۔ ان میں زیادہ موقدہ لوگ شامل تھے جو وظائف حاصل کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں مزید تعلیم کیلئے جا رہے تھے۔ ان کی خواہش پر مغربی دنیا کے لئے حضرت مرزا غلام احمد بانی تحریک احمدیہ کا اسلام کا پیغام کے چیدہ چیدہ نکات بیان کئے۔ گفتگو اور سوال و جواب کافی سنجیدہ اور علمی رہے۔ تقریباً تمام شرکاء نے سوالات کئے۔

بعد ازاں عشائیہ اور باہم ملاقات کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اسی دوران موضوع گفتگو اسلام، بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد کا اسلام کے بارے میں نکتہ نگاہ صاحب اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سرگرمیاں رہا۔ وفد میں بلغاریہ، ایران اور جرمنی سے لوگ شامل تھے۔ خواہشمند شرکاء کو قران مجید کا تحفہ پیش کیا گیا۔

اسی صبح ویلی سکول انگڈ وس، ڈنمارک سے 59 طلباء اپنے اساتذہ کے ہمراہ برلن مسجد دیکھنے آئے۔ اسلام کے متعلق ایک گھنٹہ لیکچر ہوا، جس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ ایک ہی دن میں 100 سے زائد افراد کا مسجد میں آنا اور اسلام کے بارے میں ہمارے پیغام کو سننا ایک خوش آئند بات تھی۔

9مئی

میرئین سکول، برلن کے اساتذہ اور طلباء برلن مسجد تشریف لائے۔ اسلام اور برلن مسجد کا تعارف پیش کیا گیا۔ سکول کی لائبریری کیلئے قرآن مجید کا جرمن ترجمہ دیا گیا۔

13مئی

یونیورسٹی آف اپلائیڈ سائینسز، پوسٹڈا برلن کے اساتذہ اور طلباء جمعہ کا خطبہ سننے آئے۔ اسلام کے بارے میں ہمارے روشن خیال نقطہ نظر سے بے حد متاثر ہوئے۔ وہ ہمارے ساتھ نماز میں بھی شامل ہوئے۔ بعد از نماز انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کے آفاقی نظریات مختلف مذاہب کے لوگوں میں افہام و تفہیم اور بہتر تعلقات کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

15مئی

ڈاکٹر رونن سٹائنکے، جو کہ جنوبی جرمنی کے اہم اخبار کی خارجہ پالیسی کے مدیر ہیں، نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب میونخ میں ملازمت کرتے ہیں جو کہ برلن سے 6 گھنٹہ کی دوری پر واقع ہے۔ انھوں نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تاریخ میں دلچسپی لی۔ دو گھنٹہ کی ملاقات میں انہوں نے تحریک احمدیت لاہور کی تاریخ کے متعلق محترم عامر عزیز الازہری سے سوالات کیے۔ قرآن مجید کا جرمن ترجمہ یورپ میں تاریخ احمدیت (جرمن)، برلن مسجد کی تاریخ (جرمن) اور اسلام پیس اینڈ ٹالرنس کی کتابیں ان کو تحفہ میں دیں ان کے مطالعہ کے بعد تحریک احمدیہ لاہور کے بارے میں ایک مسوط تحقیقی مضمون لکھیں گے۔

اسی دن ایک فرانسیسی اپنی بیٹی کے ہمراہ برلن مسجد تشریف لائے۔ انھوں نے ہماری تنظیم میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ انہیں ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' کا فرانسیسی ترجمہ دیا گیا۔

جماعتی خبریں

درخواست ہائے دعا

درج ذیل احباب جماعت علیل ہیں۔ رمضان کی بابرکت ساعتوں میں ان احباب کے لئے کثرت سے دعا کی گئی۔ تمام قارئین پیغام صلح سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

لاہور: ماسٹر عبدالسلام صاحب۔ لالہ زمان صاحب۔ چوہدری ریاض احمد صاحب۔ چوہدری خالد احمد صاحب۔ آفتاب احمد صاحب

اسلام آباد: طاہر صادق صاحب

راولپنڈی: نسیم حیات صاحب

راولپنڈی کھنہ: عقیل احمد صاحب۔ شکیل احمد صاحب

سیالکوٹ: شیخ سلیم صاحب

کوٹ مومن: ملک ناصر احمد صاحب

پشاور: حسین صاحب۔ صاحبزادہ سید لطیف صاحب

وہاڑی: مشتاق احمد صاحب ولد محمد یعقوب

ملتان: شازف خورشید چانڈیہ صاحب

نماز تراویح:

ماہ صیام کے دوران پاکستان کی تمام مقامی جماعتوں نے نماز تراویح کا اہتمام کیا۔ اس سال مرکز میں احباب جماعت کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی امامت میں نماز تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ نماز تراویح کو الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ لائیو کوریج دی گئی۔ جس کے ذریعے ملکی وغیر ملکی احباب نے بھی قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کی۔

تقریب ختم القرآن

27 رمضان المبارک کو ملک اور بیرون ملک تمام جماعتوں میں ''ختم القرآن'' کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ مرکز دارالسلام میں بھی یہ تقریب عزت واحترام کے ساتھ منائی گئی جس میں کثیر احباب جماعت نے شرکت کی۔ تقریب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قرآن سے تعلق وابستہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ تقریب کے اختتام پر شرکاء کی خدمت میں مٹھائی پیش کی گئی۔

اعتکاف

ہر سال کی طرح اس سال بھی مرکزی احمدیہ انجمن لاہور نے معتکفین کے لئے اعتکاف کا انتظام کیا۔ بہت سے احباب نے جامع دارالسلام میں اعتکاف بیٹھنے کی سعادت حاصل کی۔

Interfaith Serch Fiji

مورخہ 10 مئی 2016ء کو جامع مسجد نور میں Interfaith Serch Fiji کی ماہانہ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ کی میزبانی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (فجی) نے کی۔ میٹنگ کی صدارت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (فجی) کے سرگرم کارکن جناب جلال الدین صاحب نے کی۔ اس موقع پر مذہب اسلام کی طرف سے عنوان Harmony Between Different Faiths کے تحت مقالہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (فجی) کی طرف سے پیش کیا گیا۔ جس میں مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی تعلیم کو فروغ دینے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

وفات حسرت آیات

''ہم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

ہم سب احباب جماعت کے لئے یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ رواں سال کے ماہ جون میں درج ذیل احباب جماعت اس دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ جماعت کا ہر فرد ان احباب کی کمی کو محسوس کرتا اور ان کے اہل خانہ کے دکھ میں برابر کا شریک ہے۔

پاکستان لاہور:

عبدالصمد مرحوم پسر مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب، ماموں محترم زاہد عزیز صاحب رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم نہایت نیک اور صالح انسان تھے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو بلند مقامات میں جگہ دے۔ آمین

شاہدرہ

ہمارے نہایت ہی سرگرم کارکن اور دفتر بک ڈپو کے معاون غفور احمد صاحب کی بیٹی اور ہمارے شاہدرہ جماعت کے مبلغ منصور احمد صاحب کی بھتیجی عہد طفولیت میں ہی انتقال کر گئیں۔ جو غفور احمد صاحب کے لئے انتہائی دکھ کی بات تھی۔ ہم ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ ان کے خاندان والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سرینام:

جماعت کے فعال رکن بشارت احمد صاحب سرینام میں انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سرینام جماعت کے ایک اور فعال ممبر جناب Morphy Dahoe انتقال فرما گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی لگن اور جماعت سے وابستگی کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین

فجی

محترمہ سارہ کریم صاحبہ پھپھو محبوب رضا صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ محترمہ کی جماعتی خدمات قابل تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور اہل خانہ کو صبر کی توفیق دے۔ آمین

افطار پارٹی

ہر سال کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مرکز دارالسلام میں افطاریوں کا اہتمام کیا گیا۔

یہ افطاریاں ہماری محترمہ بہن خالدہ عبیدہ اللہ صاحبہ (سرینام)، اہل خانہ چوہدری منصور احمد صاحب (مرحوم) اور چوہدری سعادت احمد صاحب کی طرف سے کی گئیں۔ جماعت کے تمام ممبران نے ان افطاریوں میں بھرپور شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بہن بھائیوں جنہوں نے ان افطاریوں کا اہتمام کیا رزق میں اضافہ فرمائے اور ان کو مزید دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی نیکی کو اپنے ہاں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

خاندان کی تصدیق نادرا سے کروائیں

احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کے خاندان میں کوئی غیر قانونی باشندہ رجسٹر تو نہیں یہ جاننے کے لئے اپنے شناختی کارڈ نمبر کو 8008 پر ایس ایم ایس کریں۔

اگر موصول ہونے والی تفصیل درست نہیں تو (1) لکھ کر جواب دیں۔

اگر موصول ہونے والی تفصیل درست ہے تو (2) لکھ کر جواب دیں۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی قید میں

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔قریش نے انہیں قید کررکھا تھا۔صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچ گئے ۔سہیل جو کہ قریش کا وکیل تھا اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! معاہدہ کے مطابق ابوجندل کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عہد نامہ مکمل نہ ہوجائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا۔

سہیل نے بگڑ کر کہا تب ہم صلح ہی نہیں کرتے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور حضرت ابوجندل کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں ان کی مشکیں باندیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابوجندل !اللہ تیری کشائش کے لئے کوئی سبیل نکال دے گا۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ضبط کر گئے ۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کردی۔ جو کوئی ان کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ انہیں توحید کی خوبیاں سنائے۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتے ۔ اللہ کی قدرت کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہوجاتے اور وہ شخص مسلمان ہوجاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے ۔الغرض اس طرح ایک ابوجندل رضی اللہ عنہ کے قید ہوکر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے ۔(سیرت ابن ہشام)

اقوال زریں

سیدنا حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ

☆ علم کا کمال یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس مقام پر پہنچ جاؤ کہ بالآخر تمہیں یہ کہنا پڑے کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

☆ جو شخص خدا کی عبادت ذاتی اغراض کے لئے کرتا ہے وہ اپنی پرستش کرتا ہے خدا کی نہیں۔

☆ علماء کا کام غور وفکر کرنا ہے۔ جہلاء کا کام صرف سنی سنائی بات کا بیان کرنا ہے۔

☆ علم بہت سے ہیں اور کوئی انسان بیک وقت سب علوم نہیں سیکھ سکتا اور نہ ہی تمام علوم سیکھنا انسان پر فرض ہیں۔

☆ انسان کے پاس عقل اور علم بھی کسی چیز کو جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔لیکن خدا کو جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اگر صرف عقل اور علم کافی ہوتے تو ہر عالم عارف ہوتا۔

☆ فقیر وہ ہے جس کے پاس نہ دنیا کی کوئی چیز ہو۔نہ اسے کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہو اور نہ کسی چیز کے تلف کرنے سے رنج ہو۔

☆ دل کی آنکھ عبادت سے کھلتی ہے۔اس کی رسائی لامکاں تک ہے اور کائنات کا کوئی راز اس سے پنہاں نہیں۔

نصائح حضرت لقمان علیہ السلام

☆ نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دستر خوان پر پیٹ کی حفاظت کرو۔

☆ عاقلوں کی صحبت اختیار کرو یہ مشکل وقت میں تیری مدد کریں گے۔

☆ جس طرح بارش خشک زمین کو زندہ کرتی ہے اسی طرح صحبتِ علماء سے دل زندہ ہوتا ہے۔

☆ بدگمانی کو اپنے اوپر غالب مت آنے دو ورنہ تمہیں دنیا میں کوئی ہمدرد نہ مل سکے گا۔

آپ کے سوال اور ان کے جوابات

سوال: وضو کے اعضاء کتنی بار دھونے چاہئیں؟

جواب: وضو کے اعضاء تین بار دھونے چاہئیں۔ ایک بار بھی دھولیں تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: مسجد میں داخل ہونے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

جواب: مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر نماز کھڑی ہونے میں وقت ہے تو دو رکعات تحیۃ المسجد ادا کرنے چاہئیں۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔“

(متفق علیہ)

سوال: اسلام کا دوسرا اہم رکن کون سا ہے؟

جواب: اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہے۔

سوال: ایک وضو سے کتنی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں؟

جواب: اگر وضو قائم رہے تو پانچ نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم نے کئی نمازیں ایک وضو سے ادا کیں۔ (مسلم، کتاب الطھارۃ، باب جواز الصلوات بوضوء واحد)

سوال: کیا قبرستان میں نماز پڑھنا ٹھیک ہے؟

جواب: جی نہیں۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا: ”قبرستان اور حمام کے سوا ساری زمین مسجد ہے۔“

(سنن ابی داؤد، جلد اول)

دلچسپ اور عجیب

چاکلیٹ کے مجسمے

یوں تو چاکلیٹ چھوٹوں بڑوں سب کو ہی پسند ہے لیکن اب چاکلیٹ کو کھانے کے ساتھ مجسمہ سازی کے لئے بھی استعمال کی جانے لگی ہے۔

نیویارک کے ایک مقامی قصبے میں انتیس سالہ سوئیڈش آرٹسٹ نے چاکلیٹ کو چالیس سے زائد حیرت انگیز مجسموں کی شکل میں ڈھال کر انوکھے فن کا مظاہرکیا ہے۔ سجاوٹ کے غرض سے بنائے گئے ان منفرد مجسموں کو کھایا بھی جاسکتا ہے۔

بھوک مٹانے کا انوکھا طریقہ

ایک امریکی کمپنی نے ایسے کپ کیکس تیار کر لئے ہیں جنہیں کھانا نہیں صرف سونگھنا ہے۔ جو وزن کم کرنے کے نئے طریقوں میں ایک اور اضافہ ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کے تحت تیار کئے گئے کپ کیک انہیلر نامی ان ڈیزرٹس کو صرف سونگھنے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ اور کچھ کھائے بنا ہی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مکمل کھانا کھالیا گیا ہے۔ چودہ مختلف ذائقوں والی خوشبوؤں میں دستیاب ان کپ کیک انہیلر کو دنیا کے پہلے کیلوری فری ڈیزرٹ بھی کہا جارہا ہے جنہیں سونگھ کر میٹھا کھانے کا شوق بھی پورا ہو جاتا ہے اور وزن بھی نہیں بڑھتا۔

آلوؤں کا شہر

آلو سے صرف فرنچ فرائز ہی نہیں بلکہ فن پارے بھی تخلیق کئے جا سکتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ ترکی کے ایک آرٹسٹ Rootpeter نے کیا ہے۔ جس نے اپنے انوکھے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آلو کی مدد سے پورے شہر کا ماڈل تیار کرلیا ہے۔ اس حیرت انگیز شاہکار کو تیار کرنے کے لئے کل اسی (80) کلوگرام آلو استعمال ہوئے ہیں۔ جنہیں چھری سے تراش کر تین ہفتوں میں ایک مکمل شہر کی شکل دی گئی ہے۔ اس فن پارے کو تخلیق کرتے ہوئے Peter نے آلوؤں سے بنے اس شہر میں رہائشی مکان، چھوٹی بڑی بلڈنگز، دفاتر اور مینار بھی بنائے ہیں جن پر خوبصورت نقش و نگاری بھی کی گئی ہے۔

اہم معلومات

☆ دنیا کا قدیم ترین کیڑا لال بیگ ہے۔

☆ شتر مرغ ایسا پرندہ ہے جس کی کھال سے چمڑا بنایا جا سکتا ہے۔

☆ کوئل وہ پرندہ ہے جو اپنا گھونسلا نہیں بناتی۔

☆ انسانی چھینک کی رفتار 100 میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

☆ ہمارے جسم کے اعصاب ایک سیکنڈ کے سوویں 100 حصے میں کوئی بھی خبر دماغ کو پہنچاتے ہیں۔

☆ دنیا میں چوہوں کا سب سے بڑا فارم ارجنٹائن میں ہے۔

☆ چیونٹی اپنے وزن سے 35 گنا زیادہ وزن اٹھا سکتی ہے۔

☆ شیر کے جسم پر چمکدار دھاریں ہوتی ہیں جو کیموفلاج کہلاتی ہیں۔ یہ انہیں دوسروں کی نظروں سے چھپا لیتی ہیں۔

☆☆☆☆

دُعا

اے خالق حقیقی سن لے دعا ہماری
پہنچے فلک پہ اب تو یہ التجا ہماری
نیکی سے ہم کو کر دے تو مالا مال مولا
روشن ترین ہوں سب دن، ماہ و سال مولا
اخلاق بھی ہو اونچا، کردار بھی ہو اونچا
اسلاف کا دکھا دے یارب ہمیں تو رستہ
دکھ درد میں سبھی کے ہم کام آئیں یارب
ہر گز نہ ہم پہ درد و آلام آئیں یارب
تجھ ہی سے مانگتے ہیں علم و ہنر عطا کر
اونچا ہے نام تیرا اونچا مقام تیرا
اپنا ہر ایک سویرا ہو نور کا سویرا
جامع مقام تو ہے عالی صفات تو ہے
جو فخر کے ہے لائق وہ ایک ذات تو ہے

انتخاب از: ارسلان شکیل

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

دنیا کی حرص و آز

دُنیا کی حرص و آز میں کیا کُچھ نہ کرتے ہیں ۔ نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دِل لگاتے ہیں ۔ ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں ۔ کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں ۔ آنکھیں نہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

اُن کے طریق و دَھرم میں، گو لاکھ ہو فساد ۔ کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب ۔ کیا حال کر دیا ہے تعصّب نے، ہے غضب

دِل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی ۔ ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام

دُنیائے دُوں نماند و نماند بہ کس مدام

(درثمین ص11)